جامعہ عثمانیہ پشاور کا ترجمان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

والعصر ○ ان الانسان لفی خسر ○

مئی سنہ ۲۰۰۰ء

صفر المظفر سنہ ۱۴۲۱ھ

پشاور

پاکستان

العصر

ماہنامہ

مدیر مسئول

مفتی غلام الرحمن

جامعہ عثمانیہ

نوتھیہ روڈ — پشاور

مجلس ادارت
مدیر مسؤل
مفتی غلام الرحمٰن
نائب مدیر
مولانا ذاکر حسن نعمانی

جامعہ عثمانیہ پشاور کا ترجمان
ماہنامہ العصر پشاور

مجلس مشاورت
مولانا حسین احمد
مفتی نجم الرحمٰن
قانونی مشیر
جناب نثار خان ایڈووکیٹ

جلد نمبر ۶ شمارہ ۵

رابطہ فون دفتر نمبر
۲۷۳۵۶۱-۰۹۱

پوسٹ بکس نمبر ۱۲۰۹ پشاور صدر ۔ صوبہ سرحد پاکستان

جلد ۶ شمارہ ۵ مئی ۲۰۰۰ء اصفر المظفر ۱۴۲۱ھ

زیر سرپرستی حضرت مولانا سید شیر علی شاہ زید مجدھم حضرت مولانا حکیم لطف الرحمٰن صاحب زید مجدھم

فہرست مضامین

نام نہاد انسانی حقوق کا تحفظ یا دشمنان اسلام کی کھلی چھٹی	اداریہ	۲
محاسن القرآن	مفتی غلام الرحمٰن	۷
NRDF پرانا شکاری نیا جال	مفتی ذاکر حسن	۱۱
دار الافتاء	مفتی غلام الرحمٰن	۲۰
دینی اداروں کے خلاف یہودیوں کی منظم سازش	قاری فیاض الرحمٰن علوی	۲۴
طلاق اور بہانے	مولانا خالد محمود	۳۲
نصاب تعلیم میں تحریف قرآن کی مذموم کوشش	مولانا حسین احمد	۳۷
تبصرہ کتب	عنایت الرحمٰن	۴۶

پبلشر و دفتر
مفتی غلام الرحمان نے وحدت پرنٹنگ پریس خیبر بازار پشاور سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ العصر جامعہ عثمانیہ عثمانیہ کالونی نوتھیہ روڈ پشاور صدر سے شائع کیا

بدل اشتراک فی پرچہ ۱۰ روپے / سالانہ اندرون ملک ۱۰۰ روپے بیرون ملک ۲۰ ڈالر کی قیمت

العصر اور آپ کی ذمہ داری

جن حضرات کی رکنیت کا ایک سال پورا ہو رہا ہے ۔ ان سے درخواست ہے کہ نئے سال کے لئے اپنا چندہ مبلغ =/۱۰۰ : روپے) سالانہ مقامی نمائندگان کے ذریعہ یا بذریعہ منی آرڈر دفتر "ماہنامہ العصر" کو بھیج دیں تاکہ اس کمر توڑ مہنگائی ۔ ناموافق فضا اور ابتدائی حالات کے ہوتے ہوئے "العصر" اپنا خوشگوار سفر جاری و ساری رکھ سکے ۔

چندہ کے اختتام پر اطلاع دینے کے باوجود کسی رکن کی طرف سے زرتعاون موصول نہ ہونے پر (وی ۔ پی) بھیجا جائے گا ۔ جس کا وصول کرنا رکن کا اخلاقی اور مذہبی فریضہ ہے ۔

ادارہ العصر کے نمائندگان حضرات

1- خان بادشاہ :- سٹور سپروائزر چراٹ سیمنٹ فیکٹری پوسٹ بکس 28 ضلع نوشہرہ
2- مولانا فصیح الرحمان صاحب :- 229/A بلاک اے شیر شاہ کالونی کراچی 28
3- مولانا مفتی محمد کمیل :- منیر برادرز نیو روڈ منگورہ سوات
4- مولانا ضیاء الرحمان :- حبیب جنرل سٹور جان مارکیٹ دوبندی بازار جہانگیرہ ضلع نوشہرہ
5- شاہ نواز صاحب :- گاؤں بانڈہ منیر خان ڈاک خانہ سرائے نعمت خان ضلع ہری پور ہزارہ
6- حمید خان و ظاہر شاہ :- پاکستان ٹوبیکو کمپنی اکوڑہ خٹک ریڈ شفٹ خوشحال گروپ ضلع نوشہرہ ۔
7- مولانا شمشاد علی صاحب :- ناظم اعلیٰ دار العلوم سعیدیہ لوگی ضلع مانسہرہ ۔
8- قاضی محمد طیب :- مقام عمرزئی ضلع چارسدہ
9- جناب غنی الرحمان :- غنی فوٹو سٹیٹ مل روڈ مردان
10- مولانا خلیل اللہ حقانی :- مقام روپ کنی تحصیل الائی ضلع بٹ گرام
11- مولانا خواجہ عبدالماجد صدیقی :- خانیوال ایک مینار والی مسجد
12- مولانا مفتی محمد زرین شاکر خطیب جامع مسجد صدیق اکبر محلہ پٹھان خیر آباد
13- حاجی محمد حسین ۔ حسین انٹرپرائزز ڈھیری باغبانان پشاور
14- مفتی دلبر شاہ ۔ مدرسہ عربیہ اظہار الاسلام پنڈی روڈ چکوال
15- قاری ولی اللہ ۔ خطیب (پی ٹی وی) پشاور

صدائے عصر-مدیر مسؤل

نام نہاد انسانی حقوق کا تحفظ

یا

دشمنان اسلام کو کھلی چھٹی

ایک اخباری اطلاع کے مطابق عسکری حکمرانوں نے "انسانی حقوق کا پیکج" کے اعلان میں یہ بات بھی شامل کی ہے کہ توہین رسالت کے حوالے سے مقدمات ڈپٹی کمشنر کی پیشگی اجازت سے درج ہوں گے۔

معلوم نہیں کہ ملک کے حکمرانوں کی نظر توہین رسالت کے قانون پر کیسے پڑی ؟ بے شمار دیگر قوانین اصلاح کے محتاج ہونے کے باوجود ان کی نظروں سے کیسے اوجھل رہیں۔ صرف توہین رسالت کے قانون میں اصلاح کی وجہ کیا ہے ؟ کیا اسلام سے والہانہ عقیدت اور محسن انسانیت آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم سے کھری محبت کی وجہ سے ارباب حل و عقد اس اقدام پر مجبور ہوئے اور اس قانون کی اصلاح اپنا فریضہ منصبی سمجھنے لگے حالات وواقعات کی روشنی میں حکمرانوں پر ایسا حسن ظن رکھنا شاید خوش فہمی کے سوا کچھ نہیں مبینہ اصلاح نہ اسلام کی کوئی خدمت ہے اور نہ ملکی نظریات سے وفاداری کا کوئی ثبوت ہے بلکہ ان طاقتوں کی حوصلہ افزائی ہے جو آئے دن سلمان رشدی سے شرف تلمذ اپنی سعادت سمجھتے ہیں۔

سوال یہ وارد ہوتا ہے آخر کار وہ کون سے عوامل ہیں جن کی وجہ سے حکومت اس اقدام پر مجبور ہو رہی ہے کہ توہین رسالت کے قانون میں ترمیم کی جائے بظاہر اس غیر پسندیدہ اقدام میں دو وجوہات کار فرما نظر آتی ہیں پہلی وجہ یہ ہے کہ شاید حکومت اس کے پس منظر میں فرقہ وارانہ تعصبات اور مسلکی اختلافات کی بڑھکتی ہوئی آگ کا مشاہدہ کر رہی ہے شاید توہین رسالت کی آڑ میں مختلف فرقے ایک دوسرے کے خلاف انتقام کی آگ بجھائیں یوں معاشرہ

میں وہ حالات پیدا ہوں جن سے معاشرہ پہلے ہی سے نالاں ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ مسلمانوں کے باہمی اختلافات کی موجودہ صورت حال ناقابل تحمل حد تک پہنچی ہوئی ہے معمولی اختلافات کو تکفیر کا سبب بنایا جا رہا ہے کسی مستحب بات پر ڈٹ کر غیر سنجیدہ رویہ اپنانا غیر مستحسن اقدام ہے اور اس سے امت کے باہمی اتحاد کو عظیم نقصان پہنچ رہا ہے اسلام نہ ایسی غیر سنجیدہ حرکت کی حوصلہ افزائی کرتا ہے اور نہ اس کو استحسان کی نظر سی دیکھتا ہے لیکن توہین رسالت کے قانون کو فرقہ وارانہ اختلافات سے جوڑنا ایک غیر سنجیدہ اقدام کے سوا کچھ نہیں آج تک کسی مسلکی فرقہ نے ایک دوسرے کے خلاف توہین رسالت کے قانون کا سہارا نہیں لیا کوئی ایسی رپورٹ درج نہیں ہوئی جس میں کسی دیوبندی بریلوی یا مقلد و غیر مقلد کا ایک دوسرے کے خلاف سامنا ہو ممکن ہے ایک دوسرے کے خلاف جذباتی نعرے بلند ہوئے ہوں لیکن شاید وہ کسی جلسہ گاہ کی حدود سے باہر نہ نکلے ہوں تاہم جہاں کہیں کسی فرقہ کے عقائد اسلام کے بنیادی ارکان سے متصادم ہوں اور پوری قوم نے متفقہ طور پر اس کے ارتداد کا فیصلہ دیا ہو مثلاً قادیانیت کے بارے میں مسلمان کسی نرم گوشہ رکھنے کے حق میں نہیں پوری امت کے نزدیک یہ فرقہ مرتد ہو کر دائرہ اسلام سے خارج ہے ایسے فرقوں کو اسلام میں جگہ دینا یا اس کو مسلکی اختلافات کے زمرہ میں شمار کرنا اسلام سے ناواقفیت کی دلیل ہے توہین رسالت کے قانون میں ترمیم کے لئے اگر اس مبینہ فرقہ وارانہ اختلافات کا سہارا لیا جائے تو یقیناً یہ ایک بے بنیاد کوشش کے سوا کچھ نہیں۔

دوسری وجہ یہ ممکن ہے شاید حکومت بین الاقوامی نام نہاد انسانی حقوق کے دباؤ میں آکر اس ترمیم پر مجبور ہو کیونکہ یہ تنظیمیں مذہب انسان کا ذاتی معاملہ سمجھتی ہیں ان کے نزدیک توہین رسالت کے قانون کا اجراء آزادی اور حریت کے منافی ہے اگر ایسی خود ساختہ تنظیموں سے مرعوب ہو کر ہم آئے دن ملکی قوانین میں ترمیم کرتے رہیں شاید اس سے کوئی ایک قانون نہ بچ سکے کیونکہ ہم جس معروضی حالات کے شکار ہیں ہمارا معاشرہ جن بنیادوں پر قائم ہے انہیں قطعاً ایسی نام نہاد آزادی گوارا نہیں ہمارے اور یورپ کے معاشرہ میں بڑا فرق ہے۔ حیا،

ننگ وغیرت، ادب واحترام، ماں، بہن، بیٹی اور بیوی کی تمیز ہمارے معاشرہ کی خوبیاں ہیں جبکہ یہی چیزیں یورپ کے نزدیک تنگ نظری کی دلیل ہے ہم جہاں مادر پدر آزاد معاشرہ ترقی کی راہ میں رکاوٹ سمجھتے ہیں ان لوگوں کے نزدیک یہی عین ترقی ہے اس واضح اور نمایاں فرق کے باوجود اپنے پرسکون اور دیندار معاشرہ کو بے اطمینانی سے لبریز لادین معاشرہ سے ہم آہنگ بنانا بے وقوفی کے سوا کچھ نہیں ایک آدھ قانون میں ترمیم سے یہ تنظیمیں یا حکومتیں ہم سے کبھی خوش نہیں ہوں گی جب تک لباحیت کا لبادہ اوڑھ کر حیوانیت اور درندگی نہ اپنائیں یہی تنظیمیں اور حکومتیں تو حکومت کے موجودہ تشخص سے منکر نہیں وہ جمہوریت کے نعرے لگا کر مارشلاء کو کبھی گوارا نہیں کرتی قرضوں اور دوسری مراعات کا استحقاق جمہوریت سے موقوف کر کے موجودہ حکومت کو ان سے محروم رکھنا چاہتی ہیں لیکن حکومت اس میں دیدہ دلیری سے ان کا مقابلہ کر رہی ہے۔ جمہوریت لا نادر کنار حکومت اس کے لئے ٹائم دینے کے لئے تیار نہیں کیا ان تمام باتوں میں توہین رسالت کا قانون اصلاح کا محتاج رہا جس میں حکومت کے لئے ترمیم کی ضرورت پڑی۔

حکومت نے توہین رسالت کے قانون میں مقدمہ کا اندراج ڈپٹی کمشنر کی صوابدید پر موقوف کر کے اگرچہ بظاہر ایک ترمیم کا نام دیا ہے لیکن یہ ترمیم نہیں بلکہ قانون کو غیر مؤثر بنانے کی مذموم کوشش ہے حکومت یہ چاہتی ہے کہ قانون برائے نام رہے لیکن کسی کے خلاف استعمال نہ ہو کیونکہ ہمارے ملک میں بیوروکریٹس بات ٹالنے میں بڑی مہارت رکھتے ہیں بہت کم لوگ ایسے ہیں جو دینی اقدار کا تحفظ اور مذہبی معاملات ذاتی مفادات پر مقدم سمجھیں ورنہ عام طور پر یہی دیکھا جاتا ہے کہ کرسی کے تحفظ کے لئے سب کچھ داؤ پر لگاتے ہیں دینی معاملات میں رواداری اور بے دینی کے سامنے خاموش رہنا یا ہر قسم کے حالات سے ہموا ہونا ہوشیاری سمجھی جاتی ہے اس ترمیم کے بعد کسی ڈی سی سے یہ توقع نہیں کی جاسکتی کہ وہ کہیں توہین رسالت کے مقدمہ کے اندراج کی اجازت دے۔ تحقیقاتی مراحل طے کرنے میں مجرم کو محفوظ جگہ مل سکے گی اور لوگوں کے جذبات ٹھنڈے ہو کر اندراج کی کوئی ضرورت

محسوس نہیں ہوگی میرے خیال میں توہین رسالت کے قانون میں اس ترمیم سے فسادات کا ایک اور دروازہ کھل سکتا ہے اور معاشرہ میں افراتفری پیدا ہونے کا قوی امکان ہے کیونکہ جہاں کہیں کوئی صورت پیش ہو کہ گستاخ رسول کے خلاف عوام کھڑے ہوں تو ایسی صورت میں مواخذہ کے لئے فعالی قانون کا ہونا ضروری ہے ورنہ جہاں کہیں عوام کے جذبات قابو کرنے سے باہر ہوں جیسا کہ دینی معاملات میں ہوتا ہے اور پھر ایسی حالت میں قانون کے دروازے بعض پیچیدگیوں کی وجہ سے مشتعل جذبات والوں پر بند ہوں تو عوام قانون خود ہاتھ میں لیتے ہیں اس لئے حکومت کو چاہیئے ایسا اقدام نہ کرے جس سے فتنہ وفساد برپا ہو۔

ہمیں اس سے انکار نہیں کہ شاید کسی علاقہ میں اس قانون سے غلط فائدہ لیا گیا ہو کسی نے ذاتی انتقام لینے کے لئے اس قانون کا سہارا لیا ہو لیکن یوں تو بعض لوگ 302 کا دفعہ بھی غلط استعمال کرتے ہیں کیا حکومت اس کو بھی محدود کرے گی۔ اصلاح کے لئے جتنی کوشش کی جائے وہ ایک مستحسن اقدام ہے اس کی افادیت سے کسی کو انکار نہیں لیکن قانون کو بے اثر بنانے کو اصلاح کا نام دینا دھوکہ فراڈ اور شیطانی حربہ ہے۔

ارباب اقتدار کے لئے دینی معاملات میں سوچ سمجھ کر قدم اٹھانا چاہیئے یہ نازک مراحل ہیں اس میدان میں کسی ادنی بے احتیاطی سے حکومت اپنا وجود کھو سکتی ہے۔ گزشتہ حکومتوں کے انجام سے سبق سیکھنا چاہیئے جنہوں نے مذہب سے چھیڑ لوہ خود صفحہ ہستی سے ہٹ گئے۔

حکومت کی ذمہ داری ہے کہ ان عناصر کی نشاندہی کرے جو ملک کے اساسی اور بنیادی افکار ختم کرانا چاہتے ہیں بدقسمتی سے این جی اوز کے کارندے آج ملک کی قسمت کے فیصلہ کے مالک بنے بیٹھے ہیں۔ عسکری حکمرانوں نے ان لوگوں کے ہاتھوں میں حکومت کی بھاگ دوڑ دی ہے جو کل تک غیر ملکی تنظیموں کے لئے کام کر رہے تھے۔ غیر ملکی وظیفہ خور ملک کے سیاہ و سفید کے مالک بنے ہیں اور آج ملک کے پورے وسائل ہاتھوں میں لئے ہوئے ہیں جن کی وجہ سے عوام کو یہ دن دیکھنے پڑ رہے ہیں گذشتہ ادوار میں این جی اوز حکومت سے باہر رہتے ہوئے اتنا فعال نہیں تھے پھر بھی دین دشمنی بے حیائی اور غیر ملکی عناصر کے لئے آلہ کار بننے کی وجہ

Scanned with CamScanner

سے عوام ان سے نالاں تھے ابھی تو صوبائی اور قومی سطح پر حکومت میں شریک ہیں بلکہ پالیسی ساز اداروں پر قبضہ جمار کھے ہیں۔اگر این جی اوز کو لگام نہیں دیا گیا تو خدانخواستہ ہمیں سقوط ڈھاکہ جیسے منحوس دن دوبارہ دیکھنے نہ پڑے۔

یہ وقت مذہبی قوتوں کے لئے نازک موقعہ ہے ان لوگوں کا امتحان لیا جارہا ہے جو دین کا لبادہ اوڑھ کر دین کے رہبر ورہنما بنے ہوئے ہیں اس وقت اگر مصلحت سے کام لیا گیا اور حکومت کے دین دشمن فیصلوں کے مقابلہ میں خاموشی اختیار کی گئی تو آئندہ چل کر دین کا نام لینا مشکل رہے گا ویسے بھی ارباب اقتدار کمال اتاترک کو پسندیدہ شخصیت قرار دے چکے ہیں جنہوں نے مذہبی قوتوں سے جان چھڑانے کے تدریجی مراحل سے کام لیکر دریا کی موجوں کے حوالہ کر کے اطمینان کا سانس لیا ایسانہ ہو کہ ترک اور مصر کے لادین عناصر کی تقلید میں یہاں کے دینی معاشرہ کے سکون کو تباہ کرے۔

علماء کو چاہیے کہ اپنے فریضہ منصبی کا احساس کر کے اسلام کی سربلندی اور دینی اقدار کے غلبہ کے لئے ہر وقت کوشاں رہیں ذاتی مفادات پس پشت ڈال کر خودداری کا ثبوت دیں۔اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ اور آقا نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا عقیدہ جب راسخ ہو اور محبوب باری تعالیٰ کی محبت و عقیدت سے دل لبریز ہو تو دنیا کی کوئی طاقت علماء کا مقابلہ نہیں کر سکتی تاہم اگر علماء اپنی خودداری کی قیمت لگا کر مادہ پرستی کی منڈی میں نیلام کرے تو پھر کسی باطل کے سامنے ٹھہرنے کی قدرت نہیں رہے گی اور یہی ان کی تباہی کا پیغام ثابت ہو سکتا ہے۔

والعصر ان الانسان لفی خسر۔

غلام الرحمن عفی عنہ

۴/۲/۲۱ء۱۹

۱۹۸

محاسن القرآن

مفتی غلام الرحمٰن

فتلقی ادم من ربه کلمت فتاب علیه – انه هو التواب الرحیم ○ قلنا اهبطوا منها جمیعاً فاما یأتینکم منی هدی فمن تبع هدای فلا خوف علیهم ولا هم یحزنون ○ والذین کفروا وکذبوا بایاتنا اولئك اصحب النار هم فیها خالدون ○

ترجمہ:۔ پھر آدم نے اپنے رب سے چند کلمات سیکھ لیں۔تب اللہ تعالیٰ نے اسے معاف کیا بے شک وہ معاف کرنے والا اور مہربان ہے۔ہم نے کہا تم سب یہاں سے نیچے جاؤ۔پھر اگر تمہارے پاس میری طرف سے کوئی ہدایت پہنچے پس جس نے میری ہدایت کی تابعداری کی ان پر کوئی خوف نہیں ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے اور جو ہماری آیتوں سے انکار کر کے جھٹلائیں گے وہ جہنمی ہوں گے اور ہمیشہ کے لئے اس میں رہیں گے۔

محاسن :۔ ممنوعہ علاقہ تک جانے کے بعد جب حضرت آدم کو اپنے کئے ہوئے کا احساس ہوا تو رب کائنات کے دربار کے بغیر اور کوئی سہارا نہ پاسکے احساس کمزوری یا کئے ہوئے پر ندامت کے وقت باطن کی کیفیت سے زندگی بدل جاتی ہے۔ایسی حالت میں جن رقت آمیز مناظر کا مشاہدہ ہوتا ہے اللہ تعالیٰ کو وہ بڑے پیارے ہوتے ہیں پھر یہ بھی ضروری نہیں کہ یہ کیفیت کوئی ایسی حالت ہو جس میں یکسانیت پائی جائے بلکہ اللہ تعالیٰ سے قرب وبعد کے مراتب کے پیش نظر اس میں تفاوت سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔انبیاء علیہم السلام سے بڑھ کر کسی دوسری مخلوق کو اللہ تعالیٰ کے ہاں زیادہ قرب حاصل نہیں اس لئے اندازہ ہوتا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام اس وقت ایک خاص کیفیت سے سرشار رہے جس میں اللہ تعالیٰ نے اپنی عنایات اور مہربانیوں کے حصول کے گر سکھائے پس آدم نے اللہ تعالیٰ سے چند ایسے کلمات سیکھیں جن کی برکت سے اللہ تعالیٰ کی مہربانیاں اس کی طرف متوجہ ہوئیں یقیناً اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر ایسی بڑی مہربانیاں کرنے والے ہیں۔

Scanned with CamScanner

معلوم نہیں حضرت آدم کو اس وقت کن کن مراحل سے گزرنا پڑا- کتنی مدت تک روتے رہے اور کن کن الفاظ کا سہارا لیکر رب کائنات کے کرم و مہربانی کا دروازہ کھٹکھٹایا؟ حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور چند دوسرے اکابرین کی رائے ہے کہ آپ نے سورۃ اعراف کے ان الفاظ " ربنا ظلمنا انفسنا وان لم تغفرلنا وترحمنا لنکونن من الخاسرین "کا سہارا لیا ان کے بار بار دھرانے سے اللہ تعالی نے آپ پر مہربانی کی صرف یہ نہیں کہ گذشتہ لغزشات سے درگذر کیا بلکہ آئندہ کے لئے ایک واضح راہ عمل کی نشاندہی کی اور فرمایا ابھی تم تمام دنیا کی ذمہ داری سنبھال لو- تمہاری رہبری اور راہنمائی کے لئے میری طرف سے " ھدایت " آئیگی جس نے میری ہدایت پر عمل کیا وہ دنیا و آخرت کی پریشانیوں سے محفوظ رہا- آئندہ حالات کے بارے میں اس پر کوئی خوف ہوگا اور نہ کسی گزرے ہوئے واقعات پر غمگین رہے گا- البتہ جن لوگوں نے میرے متعین کردہ راستہ سے روگردانی اختیار کی تو قیامت میں جہنم ہی ان کا ٹھکانا ہوگا اور وہ لوگ ہمیشہ کے لئے جہنم میں رہیں گے-

توبہ کی حقیقت -اسلامی معاشرہ میں " توبہ "احساس گناہ اور اظہار ندامت کی ایک خاص کیفیت سے عبارت ہے جس سے انسان کی قیمت بڑھ جاتی ہے توبہ کی برکت سے انسان اپنی وہ ساکھ بحال کردیتا ہے-- جس سے بشری تقاضوں کے ہوتے ہوئے زندگی کے کسی موڑ پر کھو بیٹھنے کا امکان رہتا ہے- لفظ " توبہ "لغت کے اعتبار سے "رجوع" کی نشاندہی کرتا ہے گویا توبہ نکالنے پر انسان اپنی گذشتہ حالت کی طرف واپس لوٹتا ہے- پھر اس کی نسبت اللہ تعالی کی طرف بھی ہوتی ہے-- جس کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالی اپنے بندہ پر کرم و مہربانی بحال کر دے- اگر اس کیفیت میں قوت پیدا ہو تو مبالغہ بیان کرنے کے لئے "تواب" مبالغہ کا صیغہ بھی استعمال ہوتا ہے- امام غزالی فرماتے ہیں- " توبہ " کی حقیقت تین عناصر سے مرکب ہے علم احوال اور عمل کیونکہ انسان جب اللہ تعالی کی نافرمانی کرتا ہے تو اس سے خالق اور مخلوق کے درمیان بعد پیدا ہوتا ہے- اگر دل معاصی کی کدورت سے بھرا ہو تو ایسے مجرم کو کبھی اپنی کمزوری کا احساس نہیں رہتا جبکہ صاف دل والا اولین فرصت میں اس کا ادراک کرتا ہے اس

لئے حدیث میں ہے کہ انسان جب گناہ کرتا ہے تو اس کے دل پر سیاہ دبہ لگ جاتا ہے- بندہ یہ محسوس کرتا ہے کہ اس گناہ کی وجہ سے مجھے وہ لذت باقی نہیں رہی جو مجھے پہلے حاصل تھی گناہ کا یہ احساس توبہ کا پہلا درجہ ہے جس سے " علم " کہا جاتا ہے- اس احساس کے بعد صرف اس درجہ تک محدود رہنا بذات خود جرم ہے جب تک اس سے آگے قدم بڑھانے کا جذبہ پیدا نہ ہو یہ احساس اس وقت نتیجہ خیز ثابت ہوتا ہے جب احساس کے بعد گذشتہ پر " ندامت " کا جذبہ پیدا ہو یہی درجہ " حال "کا ہے اس میں بندہ اللہ تعالی کے سامنے روتا ہے- معافی مانگتا ہے کہ اے اللہ میں کمزور ہوں مجھ سے غلطی ہوئی ہے- عفو و درگذر کی درخواست بار بار پیش کرتا ہے اس مقام پر پہنچتے ہوئے انسان کو اپنے عجز اور کمزوری کا احساس ہوتا ہے اللہ تعالی کی قدرت کاملہ اور حاکمیت پر ایک مضبوط عقیدہ پیدا ہوتا ہے- اور آگے جاکر یہ عزم کرتا ہے کہ آئندہ کبھی ایسی لغزش دوبارہ نہیں کروں گا اس مضبوط عزم اور معاہدہ کا نام " عمل " ہے- جس کا تعلق مستقبل سے ہے- اگر یہ تین عناصر ہوں تو " توبہ " کہا جائیگا ورنہ صرف توبہ، توبہ کے الفاظ دھرانے سے کام نہیں بنتا ہے-

توبہ کی قبولیت کے موقعہ مفرد مذکر کی ضمیر لاکر صرف حضرت آدم کا تذکرہ کیا گیا جبکہ حضرت حواء بھی خاوند کے ساتھ اس میدان میں شریک ہیں کیونکہ احکام کے تذکرہ میں عموماً عورتیں ضمناً ذکر ہوتی ہیں- کیونکہ عورت کی عظمت اس میں ہے کہ پردہ پوشی کی چادر ہمیشہ اس کے سر پر رہے یہاں تک کہ تذکرہ بھی ضمنی ہو-

تکرار کی وجہ " اھبطوا یعنی اتر جاؤ کا حکم دو دفعہ دیا گیا بعض علماء فرماتے ہیں کہ پہلی دفعہ حکم جنت سے اسمان کی طرف نکالنے کے بارے میں تھا اور دوسری دفعہ نکل جانے کا حکم دیکر زمین پر اتارا گیا لیکن قرآن کے الفاظ میں بظاہر کوئی ایسی واضح دلیل نہیں ملتی جس سے پہلی دفعہ حضرت آدم کا آسمان پر اترنا ثابت ہو تاکہ دوسری طرف زمین پر اترنے کا حکم دیا جائے- بلکہ دونوں دفعہ جنت سے زمین پر اترنے کا حکم دیا جارہا ہے تاہم دونوں میں ایک باریک فرق ہے کہ پہلی دفعہ جب حکم دیا گیا وہ لغزش کا اثر تھا- اور دوسری بار توبہ کی قبولیت کا نتیجہ ہے- ثبا

Scanned with CamScanner

حضرت آدم واماحوا کو توبہ کی قبولیت کے بعد یہ اندازہ ہو ہمیں دوبارہ جنت واپس بھیجا جائے گا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے فرمایا دوبارہ جنت جانے کے لئے تمہیں دنیا سے ہو کر آنا ہے اس لئے دنیا میں بھجتے ہوئے راہ عمل کی واضح نشاندہی کی تاکہ زمین کی خلافت کا فلسفہ منطقی نتیجہ کو پہنچ سکے اور " انی جاعل فی الارض "کی حقیقت آشکارا ہو۔

اس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ دنیا میں انسان کا رہنا سزا کے طور پر نہیں تاکہ اپنے کیئے ہوئے کی سزا بھگت کر مرنے کے بعد جنت جانا ہو اور یا جیل میں سرکشی کا مظاہرہ کر کے دائمی سزا کا تعین ہو سکے بلکہ اس کے ذریعہ زمین میں خلافت الہی کا قیام انسان کی پیدائش کے بنیادی مقاصد میں سے ہے ہاں یہ ضرور ہے کہ دنیا انسان کے لئے امتحان کی جگہ رہے جس میں انسان اپنی آخرت کا سودا کر سکتا ہے حق وباطل کے دونوں دروازے اس کے سامنے کھلے ہیں کسی ایک کے انتخاب کا اختیار اس کو ضرور دیا ہے تاکہ آخرت میں کامیابی اور ناکامی کے فیصلے اس پر ہو سکے۔

ان آیات سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کو جب اللہ تعالیٰ نے معاف کر دیا تو لغزش کے اثرات آپ پر یا آپ کی اولاد پر باقی نہیں رہے "فتاب علیه انه هو التواب الرحیم "کا جملہ کسی قسم کے اثر کے باقی رہنے کی نفی کرتا ہے اس لئے اسلام یہ تصور پیش کرتا ہے کہ ہر بچہ ایسی فطرت لیکر پیدا ہوتا ہے جس میں اتباع، فرمان برداری کا حسین جذبہ پنہاں ہوتا ہے آگے معاشرتی حالات سے یہ کیفیت تبدیل ہو کر بسا اوقات باقی نہیں رہتی کسی کو یہودیت کسی کو نصرانیت اور کسی کو مجوسیت کی راہ نظر آکر اسلام کی راہ اس سے مخفی رہتی ہے جبکہ عیسائیت میں حضرت آدم کی لغزش سے ہر پیدا ہونے والا بچہ متاثر ہوتا ہے اور پھر حضرت عیسی تمام کی طرف سے نمائندگی کرتے ہوئے قربانی پیش کرتے ہیں۔ یہ عیسائیوں کے ہاں "کفارہ" کے نام سے مستقل عقیدہ کے طور پر مشہور ہے لیکن باپ کے جرم کی سزا اولاد کو دینا انصاف کا تقاضا نہیں۔

این آر ڈی ایف پرانا شکاری اور نیا جال

مفتی ذاکر حسن نعمانی

حق اور باطل کی جنگ اور کشمکش ہمیشہ سے جاری ہے باطل کی ہمیشہ یہ کوشش رہی ہے کہ حق کو صفحہ ہستی سے مٹادیا جائے یا حق ہمیشہ دبا رہے۔ اس کے لئے شیطان اور اس کے آلہ کار کفار خاص کر یہود اور نصاری سب سے آگے ہیں۔ یہ دشمنان اسلام اور اہل اسلام کے خلاف ہر قسم کا اسلحہ اور چال استعمال کرتے ہیں۔ دشمن اسلحہ اور جنگی چال تو بدلتا ہے لیکن آرام سے نہیں بیٹھتا۔ کبھی انہوں نے اسلحہ کے زور سے جنگ لڑی۔ کبھی کسی اور طریقہ کو آزمایا۔ مثلاً ماضی قریب سے سرد جنگ کا رجحان شروع ہے۔ مسلمانوں کو سیاسی اور معاشی میدان میں ہرانے کی بھرپور کوشش جاری ہے۔ اس پالیسی میں وہ فی الحال کامیاب نظر آرہے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ مسلم ممالک میں سیاست اور معیشت پر ان کا قبضہ ہے۔ مسلم دنیا کی سیاست اور معیشت مقبوض اور مجبور ہے یہ دونوں نظام ان کے تابع ہو کر رہ گئے ہیں جن میں حلال و حرام اور جائز و ناجائز کی تمیز ختم ہو گئی ہے۔ سیاست اور معیشت کے میدان میں کفار کی برتری اور مسلمانوں کی مغلوبیت کو بعض مسلم دردمند لیڈر اور عوام کی اکثریت محسوس کر رہی ہے۔ پتہ نہیں ان میدانوں میں کفار سے خلاصی میں کتنا عرصہ لگے گا۔ بہر حال اسلحہ کی جنگ یا سیاسی اقتصاد کی جنگ ایک ایسی لڑائی ہے جس کو ہر ذی شعور محسوس کرتا ہے جس کی وجہ سے مدمقابل بیدار ہو کر دشمن کے خلاف دفاعی اقدام کرتا ہے۔ اس لئے اب یہود اور نصاری نے مسلمانوں کے خلاف غیر محسوس چالیں چلنا شروع کر دیں تاکہ مسلمانوں کو غیر محسوس طریقے سے شکست دے کر اپنے مقاصد میں کامیاب ہو جائیں گویا پرانے شکاری نیا جال لیکر سامنے آئے ہیں۔ ان غیر محسوس حملوں میں ان کی ایک کامیاب چال یہ ہے کہ بعض مسلم لیڈر، نوکر شاہی، تعلیمی اداروں کے اہم افراد نام نہاد، علماء اور بعض سادہ لوح علماء حق ان کے آلہ کار بن گئے ہیں۔ جن کی وجہ سے عوام اور خواص کو بھی زبردست دھوکہ لگتا ہے۔ اور کفار

اس لئے عالم کے شغل کے ساتھ اس پر مزید کسی دنیاوی کردار کا بوجھ ڈالنا سخت مضر ہے۔ دنیاوی کسی فیلڈ کا آدمی اضافی بوجھ برداشت نہیں کر سکتا- مولانا اشرف علی تھانوی فرماتے ہیں- علماء کرام سے دوسرے کام کی توقع ایسی ہے جیسے کوئی شخص حکیم محمود خان کے پاس جا کر ٹوٹے ہوئے جوتے کے سینے کی ترکیب پوچھے وہ کہیں گے کہ دہلیز پر چمار بیٹھا ہے یہ کام اس کے سپرد کرو ہمارا یہ کام نہیں ایسے ہی یہاں سمجھو علماء سے مسائل پوچھو دنیا کے حصول کی تدابیر انہیں کیا معلوم فرماتے ہیں جو لوگ مولویوں پر اعتراض کرتے ہیں کہ یہ لوگ دنیا کی ترقی کیوں نہیں کرتے مشینیں اور کارخانے کیوں نہیں چلاتے وہ خوب سمجھ لیں کہ ایک شخص دو طرف پورا متوجہ نہیں ہو سکتا- اگر ملازم سرکار دوسرا کام کرے گا تو ضرور سرکاری کام میں خلل واقع ہوگا- اس لئے اس کی اجازت نہیں کہ ملازمت کی حالت میں دوسرا کام کرے-

دنیادار مولوی سے اعتماد اٹھ جاتا ھے - فرماتے ہیں ایک روز میں راستہ میں جا رہا تھا- ایک بڑھیا اپنے دروازہ میں جھانک رہی تھی مجھ کو دیکھ کر بولی بیٹا یہاں آنا میں گیا تو بولی ایک مسئلہ بتادو میں نے مسئلہ بتایا پھر کہنے لگی میں نے ان سے یعنی لکڑیوں والے مولوی صاحب سے بھی پوچھا تھا انہوں نے بھی تمہارے موافق بتلایا مگر مجھ کو ان کا یقین نہ ہوا کہ شاید اپنے مطلب کی کہتے ہو اب تمہارے بتلانے سے یقین ہوا میں نے بڑی بی کو سمجھا دیا کہ علماء پر ایسا گمان جائز نہیں یہ ہے علماء کے دنیا میں مشغول ہونے کا نتیجہ کہ مسائل تک میں ان کا اعتبار نہیں رہتا- ان کے دنیا میں مشغول ہونے میں خرابی یہ ہے کہ خود تم کو ان کے فتوؤں کا ان کے وعظوں کا اعتبار نہ ہوگا-

قارئین کرام سوچیں- ایف آر ڈی ایف علماء کرام اور مدارس والوں کو کن کن حربوں کے ذریعے دنیاوی دھندوں کی طرف کھینچ رہے ہیں- علماء بھی نصاب میں تبدیلی کی سوچتے ہیں ان کی سوچ صرف اتنی ہے کہ علماء دنیاوی تقاضوں اور مسائل کی حقیقت کو سمجھ کر ان مسائل کا شرعی حل یا متبادل شرعی راستہ بتلائیں- لیکن اس کے مقابلہ میں یہ ادارہ علماء کو عملاً دنیاوی

اپنے فضلاء کو اس قابل بنائیں کہ وہ نہ صرف فہم دین سے آراستہ ہوں بلکہ اچھے قانون دان بھی ہوں جو شرعی اور دوسرے قوانین کی تشریح و تعبیر کر سکیں اجتہادی صلاحیتوں کے مالک ہوں اور ساتھ قضا کی ضرورتوں کو بھی پورا کر سکیں- وہ عصری مضامین مثلاً اقتصادیات، عمرانیات، سیاسیات اور ریاستی امور کو چلانے میں بھی مہارت رکھتے ہوں اور صحافت اور ملکی وبین الاقوامی امور سائنس اور ٹیکنالوجی اور خدمت عامہ میں بھی بھرپور کردار ادا کر سکیں- اس مقصد کے حصول کے لئے مروجہ نصاب تعلیم کا علمی اور ناقدانہ جائزہ لینے کی ضرورت ہے تاکہ مناسب اور بروقت اصلاحات کا سلسلہ شروع کیا جا سکے-

(۷) این آر ڈی ایف ایک ایسی غیر سرکاری اور ترقیاتی ادارہ ہے جو علماء کرام اور مدارس کے توسط سے ملک میں ترقی چاہتا ہے-

(تبصرۃ) یہ ادارہ دراصل سادہ لوح علماء حق اور مہتمین کو ورغلانے اور پھانسنے کے لئے وجود میں آیا ہے- علماء کرام انبیاء کرام کے وارث ان کے مشن کو صحیح رخ پر چلانے والے اور صحیح راہنمائے ملت ہیں ان کا کام پوری دنیا کے اہم کرداروں سے بالکل الگ ہے- ان کا اصل کام پوری دنیا کا رخ آخرت کی طرف موڑنا ہے دنیا کے خلاف نہیں ہوتے لیکن علماً عملاً اور فکراً ان کی ساری توانائیاں امت اجابت اور امت دعوت کی اخروی نجات پر مرکوز ہوتی ہے چونکہ یہ مقدس طبقہ بھی بشری تقاضے رکھتا ہے جس کے لئے کچھ وقت بیوی بچوں، کھانا، نیند وغیرہ کے لئے نکالنا پڑتا ہے- اسی طرح اس طبقہ کے بعض افراد اپنی کمائی کے لئے بقدر ضرورت کسی پیشہ کو اختیار کرتے ہیں یہی وجہ ہے کہ تاریخ کی کتابوں میں بیشتر اولیاء کرام اور علماء کرام ایسے گزرے ہیں جن کے ناموں کے ساتھ حلوائی، دباغ، خیاط اور نجار وغیرہ کے القابات ملتے ہیں- ان حضرات نے دین کی خوب خدمت بھی کی ہے اور اپنے ہاتھ کی کمائی بھی کھائی ہے- اور نہ ہی ان کی علمی اور عملی دینی مشاغل کے اندر کوئی فرق آیا ہے- اور نہ ہی ان حضرات نے کوئی ایسی تحریک چلائی ہے کہ طبقہ علماء کا ہر فرد کسی پیشہ کو ضرور اختیار کرے- یہ ان حضرات کے شخصی فیصلے تھے جو نہ خلاف شریعت تھے اور نہ علم و عمل کے لئے رکاوٹ تھے اس کے مقابلہ

Scanned with CamScanner

میں اولیاء کرام اور علماء کرام کی ایک کثیر تعداد ایسی ہے جنہوں نے اپنی پوری زندگیاں دین کی خدمت کے لئے وقف کی تھیں اور اللہ تعالیٰ ان کی تمام ضروریات غیبی خزانوں سے پورا فرماتے تھے۔ بعض علماء ایسے بھی گزرے ہیں جنہوں نے عمر بھر شادی نہیں کی وہ اس کو علم کا ضیاع تصور کرتے تھے۔ اب بھی علماء کرام کی بڑی تعداد ایسے افراد پر مشتمل ہے جو خالص دین کا کام کرتے ہیں اور دنیا کا کوئی دھندہ اختیار نہیں کرتے ایسا کرنا کوئی بری بات نہیں اور نہ خلاف شریعت ہے۔ اس لئے کہ عالم بھی مسلم معاشرہ کا دیگر کرداروں کی طرح ایک الگ تھلگ اور مستقل کردار ہے جو عالم اپنی زندگی دین کے لئے وقف کردے تو وہ دوسرے دنیاوی دھندے اختیار نہیں کرسکتا۔ قرآن مجید میں اس کی تصریح ہے۔

للفقرأ الذین احصروا فی سبیل اللہ لا یستطیعون ضرباً فی الارض

(صدقات) اصل حق ان حاجت مندوں کا ہے جو مقید ہو گئے ہوں اللہ کی راہ (یعنی دین کی خدمت) میں (اور اس خدمت میں مقید اور مشغول رہنے سے) وہ لوگ (طلب معاش کے لئے) کہیں ملک میں چلنے پھرنے کا (عادۃً) امکان نہیں رکھتے (البقرۃ)

علماء کرام کا فریضہ - علم دین بذات خود ایک عظیم پیشہ اور مشغلہ ہے جس طرح اسلام ہر مسلمان کی اشد ضرورت ہے اس طرح عالم کا وجود بھی انتہائی ضروری ہے اس لئے کہ کسی بھی پیشہ کا وجود ماہر پیشہ کے بغیر ممکن نہیں۔ طب اس لئے موجود ہے کہ ڈاکٹر موجود ہیں۔ سائنس اس لئے موجود ہے کہ سائنسدان موجود ہیں۔ یہی حالت تمام پیشوں کی ہے علماء کرام کا ہر قسم کا تعاون اس لئے ضروری ہے کہ وہ تمام لوگوں کی طرف سے فرض کفایہ ادا کر رہے ہیں جس کی وجہ سے علماء کرام دیگر کرداروں کی طرح اپنے اصل کام میں مشغول رہیں گے۔ حضورؐ نے اپنے بعد ڈاکٹروں اور انجینئروں وغیرہ کی جماعت نہیں چھوڑی اور نہ ہی صحابہ کرام نے تابعین اور دیگر اسلاف نے دنیاوی کاموں کی طرف توجہ دی ورنہ نہ دین ہم تک پہنچتا اور نہ اسلام باقی رہتا۔ صحابہ کرام سے لیکر موجودہ دور کے علماء تک اس میں انقطاع نہیں آیا خدانخواستہ اس زنجیر کی کوئی کڑی بے کار ہوگئی تو بعد والوں کے لئے کافی مشکلات ہوں گی۔

کی مسلمانوں کے خلاف اس زہریلی پالیسی کو نہیں سمجھ سکتے اور غیر محسوس طریقے پر اس زہریلی پالیسی کے خطرناک جراثیم مسلم معاشرہ میں اپنی جڑیں مضبوط کر رہے ہیں۔ قارئین کرام اب آپ کو کفار کی غیر محسوس اسلام دشمنی بتلاتا ہوں۔ محسوس جنگی چالوں سے بچنے کے لئے انہوں نے خیر خواہی، دوستی، ہمدردی، انسانی خدمت اور ملکی ترقی جیسے دل کش اور دل فریب چالوں اور حیلوں کے لبادے اوڑھ لئے ہیں۔ انہی چالوں کا ایک حصہ این جی اوز ہیں (غیر سرکاری تنظیمیں) یہ ایک ایسا خوبصورت کیپسول ہے جس کے اندر زہریلہ مواد ہے۔ مسلمان اس کیپسول کو علاج اور فلاح کی نیت سے کھاتا ہے اور وہ اندر سے اپنا کام کر دکھاتا ہے۔ اس تنظیم کے تمام اخراجات بیرونی ممالک سے پورے ہو رہے ہیں ان ممالک میں امریکہ، برطانیہ، جرمن، کینیڈا، سوئس لینڈ وغیرہ شامل ہیں۔ ان کفار نے مسلمانوں کو غلام بنانے اور گمراہ کرنے کے لئے کئی فلاحی ادارے اور رفاہی تنظیمیں بنا رکھی ہیں۔ اسی این جی اوز کی ایک تنظیم این آر ڈی ایف (تحقیقی اور ترقیاتی قومی ادارہ) ہے یہ این جی اوز کا ذیلی ادارہ ہے راقم کے پاس اس ادارہ کی طرف سے آئے ہوئے ایک خط کے مختلف اقتباسات ملاحظہ فرماویں

(۱) این آر ڈی ایف ایک غیر منافع بخش اور رضاکار ترقیاتی ادارہ ہے۔

(۲) این آر ڈی ایف نے علماء کرام کے ساتھ مل کر ماحول کی بہتری امن، تحفظ کے فروغ، بچوں اور خواتین کے حقوق ترقیاتی عمل میں بھرپور شمولیت کی۔

(۳) علماء کرام نے این آر ڈی ایف کی ان کوششوں کو ہمیشہ سراہا ہے۔

(۴) علماء کرام کی طرف سے این آر ڈی ایف کو وقتاً فوقتاً دینی مدارس کے نصابات پر علمی مذاکرے منعقد کرانے کی تجاویز موصول ہوئیں۔

(۵) دور عروج میں دینی اور دنیاوی ضرورتیں ایک ہی نظام تعلیم پوری کر رہا تھا لیکن انحطاط اور پھر دور محکومی میں دین ضروریات پوری کرنے والا دینی نظام تعلیم معاشرت اور ریاست کی نظم ونسق سے متعلق مضامین سے بے خبر پود تیار کرنے لگا۔

(۶) موجودہ صورت حال دینی اداروں کے نصابات میں ایسی اصلاحات کی متقاضی ہے جو

Scanned with CamScanner

دھندوں میں پھنسانا چاہتا ہے جس کی وجہ سے عالم کے علم سے اعتماد اٹھنے کے ساتھ عالم کے علم کا بھی اٹھنے کا قوی احتمال ہے۔ اس ادارہ کا ارادہ یہ ہے کہ مدارس کا خالص اخروی رخ اور سوچ دنیاوی بن جائے۔ دینی ادارہ دنیاوی ادارہ بن جائے اور یہ انگریزوں کی پرانی سوچ ہے۔ مولانا یعقوب نانوتوی فرماتے ہیں۔ مدرسہ دیوبند کی بابت بڑے بڑے انگریزوں کی یہ تحریر ہے کہ اگر اس مدرسہ کی مذہبی تعلیم میں دنیاوی تعلیم شامل ہو گئی تو اس کا مذہبی خالص رنگ باقی نہ رہے گا۔ علماء کرام کی سوچ صرف یہ ہے کہ علماء دنیاوی مسائل کی حقیقت جان کر ان مسائل کا شرعی حل پیش کریں جو ان کی اصل ذمہ داری ہے اور این آر ڈی ایف کی سوچ یہ ہے کہ علماء مدارس میں دین کے ساتھ عصری علوم سیکھ کر دنیاوی دوڑ میں عملاً شریک ہوں گویا تمام دنیاوی کرداروں کا بوجھ ہر عالم پر لادنا چاہتے ہیں دونوں سوچوں میں زمین اور آسمان کا فرق ہے۔

عالم کی ذمہ داری ۔ عالم کا اصل کام اور ذمہ داری لوگوں کو جائز و ناجائز بتلاتا ہے۔ اور مشکل مسائل کا صحیح شرعی متبادل حل۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ فلولا نفد من کل فرقة منهم طائفة ليتفقهوا فی الدين ولينذروا قومهم اذا رجعوا اليهم لعلهم يحذرون ۔ سو ایسا کیوں نہ کیا جاوے کہ ان کی ہر بڑی جماعت میں سے ایک چھوٹی جماعت جایا کرے تاکہ باقی ماندہ لوگ دین کی سمجھ بوجھ حاصل کرتے رہیں اور تاکہ یہ لوگ اپنی قوم کو جبکہ وہ ان کے پاس آویں ڈرا ویں تاکہ وہ احتیاط رکھیں۔ (التوبہ)

اس آیت میں حصول علم کے بعد ذمہ داری کا ذکر ہے علماء قوم کو یہاں تک ڈرائیں کہ وہ برے کاموں سے احتیاط رکھیں۔ یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرام اور حضورؐ نے ساری زندگی دعوت و تبلیغ اور جہاد میں صرف کی ہے بلکہ کشف الغمہ میں لکھا ہے کہ حضورؐ کا پیشہ کان مجاہداً فی سبیل اللہ۔ یعنی اللہ کے راستے کا جہاد اس کا پیشہ تھا ایک اور ارشاد ہے وان من امة الا خلا فيها نذير ۔ اور کوئی امت ایسی نہیں ہوئی جس میں کوئی ڈر سنانے والا نہ گزرا ہو (فاطر) علماء کرام انبیاء کرام کے وارث ہیں۔ انبیاء کرام کی بعثت کا سلسلہ ختم ہو چکا ہے اب علماء کا وجود گویا نذیر کا

وجود ہے۔ یعنی امت کے لئے بالواسطہ نذیر ہیں۔ نذیر کا کام ہے شفقت کے ساتھ لوگوں کو ڈرانا۔ حضورؐ کا ارشاد ہے رجل اتاه الله الحكمة فهو يقضى بها ويعلمها جس شخص کو اللہ نے حکمت یعنی علم دین عطا کیا وہ اس حکمت کے ذریعے فیصلے کرتا ہے اور اس حکمت کی تعلیم دیتا ہے۔

اس حدیث میں عالم کی ذمہ داری بتلادی کہ حصول علم کے بعد علم کے مطابق صحیح فیصلے کرے گا اور علم کو آگے پھیلائے گا۔ گویا عالم علم حاصل کرنے کے بعد اپنی زندگی تدریس کے لئے وقف کر دے۔

اس طرح ایک اور ارشاد ہے۔ انما انا قاسم والله يعطی اللہ معطی ہے اور حضورؐ کا کام تقسیم ہے۔ حضورؐ نے علم کو تقسیم کیا۔ تقسیم علم گویا ایک مشغلہ ہے۔ اس لئے آپؐ کے وارث بھی تقسیم علم کے مشغلہ کو اپنائیں گے۔ علماء کے فرائض کے بارے میں بہت نصوص ہیں صرف نمونہ کے لئے چند نصوص پیش کر دیں۔ علاوہ ازیں صحابہ کرام سے لیکر اس دور تک علماء حق کی سوانح عمریاں کتابوں میں محفوظ ہیں جس کا جی چاہے اس کا مطالعہ کرے تاکہ پتہ چلے ان حضرات نے دین کی کتنی اور کیسی خدمت کی ہے ان کی سوانح عمریوں میں ایک سطر بھی ایسی نہیں ملتی جس سے پتہ چلتا ہو کہ انہوں نے دنیا کی تعمیر میں حصہ لیا ہو۔ فانی دنیا کی تعمیر میں حصہ لینا کسی بے وقوف اور نادان کا فعل تو ہو سکتا ہے لیکن عقل مند اور دانا کبھی بھی فانی دنیا کی تعمیر کے درپے نہیں ہوتا۔ اس لئے کہ دنیاوی تعمیر کی کوئی بنیاد نہیں۔ پشتو زبان کے مشہور صوفی شاعر عبدالرحمٰن بابا فرماتے ہیں۔

که کڑے آباده تر آسمانه دا دنيا
ده آباده بی بنياده دا دنيا

شعر کا مفہوم یہ ہے کہ دنیاوی تعمیر کتنی بلند کیوں نہ ہو اس کی بنیاد ہوتی ہی نہیں ایک اور شعر کا مفہوم ہے دنیا کو بے وقوف لوگوں نے بظاہر آباد کر رکھا ہے عقل مند آدمی دنیاوی آبادی کے درپے نہیں ہوتا۔ حضورؐ نے اپنی بعثت کے بعد عقائد، اعمال، اخلاق اور رسم و رواج کے

Scanned with CamScanner

مسائل کو چھیڑا اور اسلام کے مطابق کیا اور ان مسائل میں اللہ تعالیٰ کی مدد ان کے شامل حال تھی جس کی وجہ سے تیئس سال کے قلیل عرصہ میں ایک عظیم الشان اسلامی انقلاب لوگوں کے عقائد، اخلاق اور اعمال میں برپا ہوا- سوال یہ ہے کہ اس وقت آبادی ترقی یافتہ نہیں تھی- پکے روڈ، پکے پل اور آج کل کی طرح پختہ عمارتیں نہ تھیں- حالانکہ ان اشیاء کی طرف ہر دور میں ضرورت رہتی ہے- حضورؐ نے دنیاوی ترقی کے مسائل کو کیوں نہیں چھیڑا اگر حضورؐ روحانی مسائل کی بجائے ان دنیاوی مسائل کے پیچھے پڑ جاتے تو یقیناً ان میں بھی اللہ کی مدد شامل حال رہتی اور قلیل عرصہ میں مکہ اور مدینہ اس دور میں ایسے خوبصورت شہر بن جاتے کہ دنیا آج کل کے پیرس اور سویزرلینڈ کو بھول جاتی- لہذا علماء کرام بھی ہر دور میں روحانی مسائل کو چھیڑیں گے- یعنی لوگوں کے عقائد اعمال، اخلاق وغیرہ کی شرعی نگرانی کریں گے- رہی دنیاوی ترقی تو علماء اس کے خلاف نہیں نہ کسی کو روکتے ہیں بلکہ دنیاوی ترقی اور مسائل کے حل کو لوگوں کی عقلوں، تجربات اور مشاہدات پر چھوڑ دیا- جن علماء اور اولیاء کے ناموں کے ساتھ خیاط، نجار اور حلوائی کا ذکر ہے تو اس سے یہ اخذ کرنا کہ ان لوگوں نے دنیاوی ترقی میں حصہ لیا ہے صحیح نہیں بلکہ انہوں نے ایک ضرورت کے تحت رزق حلال کے حصول کے لئے ایک جائز کسب کو اختیار کیا اس طرح کا کسب حلال تو صحابہ کرام نے بھی کیا ہے- حلال کی کمائی کو دنیاوی ترقی کہنا انتہائی درجہ کی جہالت ہے اس لئے کہ روٹی کپڑا اور مکان ہر دور کی ایک ضرورت ہے ان ضروریات کو شریعت کے دائرے میں پورا کرنا بھی باعث ثواب ہے یہی وجہ ہے کہ احادیث میں بعض پیشوں کی فضیلت بیان ہوئی ہے علماء کرام اور مدارس کے مہتممین سے گزارش ہے کہ (N.R.D.F) سے ہوشیار رہیں- مدارس آکر علماء کو کہتے ہیں کہ طلباء کو جلد سازی سکھائیں- کبھی کہتے ہیں ماحول کی آلودگی دور کرنے کے لئے آپ کو درخت دیں گے آپ اگائیں- کبھی کہتے ہیں آپ کا نصاب اس دور کے تقاضوں کو پورا نہیں کر رہا اس میں تبدیلی لاؤ- کبھی کہتے ہیں علماء آگے بڑھ کر ترقیاتی کاموں میں حصہ لیں- تاکہ دین و دنیا دونوں سنور جائیں- علماء کرام ان کے خط سے پیش کردہ اقتباسات اور ان مذکورہ باتوں پر غو

کریں- اول تو ان کی باتیں صحیح نہیں- اگر کسی کو صحیح معلوم ہوتی ہیں تو ان سے عرض ہے کہ ان صحیح باتوں سے ان کی اغراض فاسد ہیں کبھی ایک لفظ اور جملے کا مدلول صحیح ہوتا ہے لیکن اس سے غرض فاسد ہوتی ہے- خوارج نے بھی نعرہ لگایا تھا- ان الحکم الا للہ - حضرت علیؓ نے فرمایا کلمة حق ارید بها الباطل - حق کلمہ سے باطل ارادہ کیا گیا ہے- اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے- وما تشآؤن الا ان یشآء اللہ رب العلمین - اور تم بدون خدائے رب العالمین کے چاہے کچھ نہیں چاہ سکتے ہو- لیکن یہی بات جب کفار نے کہی لو شاء اللہ ما اشرکنا اگر اللہ تعالیٰ کو منظور ہوتا تو ہم شرک نہ کرتے لیکن کفار کے اس قول پر اللہ نے فرمایا ان انتم الا تخرصون تم بالکل اٹکل سے باتیں بناتے ہو- وجہ یہ ہے کہ اللہ کی غرض یہ ہے کہ ہر چیز میری مشیت کے تحت ہے اور کفار کی غرض اپنے شرک کا جواز ڈھونڈنا تھا- حالانکہ شرک منع ہے اس لئے کہ ہر مشرک اپنے اختیار سے شرک کرتا ہے- نصاب کی تبدیلی سے علماء کی غرض اپنے دور کے مسائل حل کرنا ہے- اور این آر ڈی ایف کی غرض علماء کو دنیادار بنانا ہے - جلد سازی سے علماء کا مقصد ایک جائز پیشہ ہے رزق حلال کے لئے اور این آر ڈی ایف کی غرض ہے کہ علماء فراغت کے بعد دین کا کام نہ کرنے پائیں- ارباب مدارس اور علماء کو این آر ڈی ایف سے ہوشیار رہنا چاہئے- نادانستگی میں کہیں ان کے جال میں نہ پھنس جائیں

دارالافتاء

مفتی غلام الرحمٰن

صفا کی جگہ مروہ سے سعی شروع کرنا

سوال۔اگر ایک شخص نے عمرہ کے دوران ناواقفیت کی وجہ سے صفا کی جگہ مرْوہ سے سعی شروع کی سات شوط مکمل کر کے سر منڈوا لیا کیا اس پر ترتیب کے لحاظ نہ رکھنے پر دم واجب ہو گیا یا نہیں۔

بینوا توجروا

سید طلال چارسدہ

الجواب وباللہ التوفیق

سعی میں سات شوط وہی معتبر ہوں گے جن میں ترتیب کی رعایت ہو یعنی صفا سے شروع ہو مروہ پر انتہا ہو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے طواف سے فارغ ہونے کے بعد جب سعی کا ارادہ کیا تو فرمایا

ابدأ بما بدأ الله به (ابن کثیر ج ۱/۲۶۲)

میں وہاں سے شروع کر رہا ہاں جہاں سے اللہ تعالی نے شروع کی ہے۔

ایسی صورت میں مروہ سے ابتداء خلاف سنت ہونے کی وجہ سے کالعدم رہے گا تاہم مروہ سے ابتداء کر کے جب اس کے زعم میں صفا سے جو دوسرا شوط شروع ہو گا شریعت کی روشنی میں وہ پہلا شوط شمار ہو گا علامہ ابن عابدین فرماتے ہیں

فلوبدأ بالمروه لم يعتدباالاول وهو الاصح (شامی ج ۲/۱۷۱)

ترجمہ:۔اگر مروہ سے ابتداء ہو تو پہلے شوط کو اعتبار نہیں ہو گا۔

اگر اس حالت میں سات کی جگہ آٹھ شوط کئے ہوں پھر سعی مکمل ہونے کی وجہ سے کوئی حرج نہیں اگر صرف سات پر اکتفا ہو تو سعی میں چھ شوط معتبر ہو کر ایک شوط رہ جانے کی وجہ سے

صرف صدقہ واجب رہے گا۔کیونکہ سعی میں ایک دو بلکہ تین تک شوط رہ جانے پر صدقہ واجب ہوتا ہے جبکہ اکثر شوط باقی رہ جانے پر دم واجب ہو گا علامہ ابن عابدین مزید فرماتے ہیں

(قوله من السعى) اے لو ترك ثلاثة منه او أقل فعليه لكل شوط منه صدقة الا ان يبلغ دما (شامی ج ۲/۲۰۹)

ترجمہ:۔اگر سعی سے تین شوط یا اس سے کم چھوڑ دیئے پس ہر شوط کے عوض صدقہ واجب ہو گا ہاں اگر دم تک پہنچے۔واللہ اعلم

غربت کی حالت میں کئے ہوئے حج پر اکتفا

سوال:۔اگر ایک شخص پر حج فرض نہ ہو کسی وفد میں سعودی عرب جانا ہوا۔ایام حج آنے پر اس شخص نے وہاں حج کیا۔کیا مالدار ہونے پر یہ شخص دوبارہ حج ادا کرے گا یا یہی حج فرض شمار ہو گا۔

ایم یوسف زئی پشاور

الجواب وباللہ التوفیق

حج عمر بھر مسلمان پر ایک دفعہ فرض ہے جس ذریعہ سے بیت اللہ جانا نصیب ہوا اور ایام حج انے پر اس نے حج ادا کیا تو یہ حج اس شخص کے حق میں فرض متصور ہو گا مالدار ہونے پر دوبارہ حج ضروری نہیں۔فقہاء کرام کہتے ہیں۔ أيسر

الفقير اذا حج ماشيا ثم أيسر لا حج عليه (الھندیہ ج ۱/۲۱۷)

ترجمہ:۔فقیر نے جب پیدل چل کر حج کیا اور پھر مالدار ہو تو اس پر حج نہیں۔تاہم حج کے لئے سفر مقصود نہ ہونے کی وجہ سے راستہ کے ثواب سے یہ شخص محروم رہے گا اس کے مقابلہ میں جو شخص گھر سے یہ نیت اور ارادہ لیکر نکلے کہ میں جا کر حج کروں گا تو راستہ میں ہر قدم پر اس کو ثواب ملے گا۔

واللہ اعلم

اقرار یا گواہی کے بغیر رضاعت کا ثبوت ممکن نہیں۔

سوال:۔ میاں بیوی کی حیثیت سے چند سال گزارنے کے بعد ایک رشتہ دار عورت نے نعرہ بلند کیا کہ میں نے ان دونوں کو دودھ پلایا ہے یہ میرے رضاعی بیٹا اور بیٹی ہے کیا اس ایک عورت کے کہنے پر رضاعت ثابت ہوتی ہے یا نہیں اور اس سے نکاح پر کیا اثرات مرتب ہوں گے۔

بینوا توجروا

رحمت کوہاٹ

الجواب وباللہ التوفیق

رضاعت کا ثبوت کسی ایک عورت کے کہنے پر نہیں ہوتا ہے ایسی صورت میں میاں بیوی کے رد عمل کو دیکھا جائیگا اگر ان دونوں نے یا صرف خاوند نے رضاعت کی خبر دینے والی عورت کی تصدیق کر کے یہ مان لیا کہ واقعی یہ عورت سچ کہہ رہی ہے اور اس نے ہمیں دودھ پلایا ہے تو پھر خاوند کی تصدیق کی وجہ سے رضاعت ثابت ہو کر نکاح اٹھ جائیگا ورنہ خاوند کی تصدیق نہ ہونے پر اس عورت کے کہنے سے نکاح پر کوئی اثر نہیں پڑتا ہے علامہ ابن نجیم فرماتے ہیں۔

رجل تزوج بامرأة فقالت امرأة أنا ارضعتكما فهي على أربعة اوجه ان صدقها الزوجان او الزوج فقط ارتفع النكاح بينهما وان كذباها لا يرتفع النكاح (بحر الرائق ج ۳/ ۲۳۳)

ترجمہ:۔ ایک آدمی نے کسی عورت سے نکاح کیا پس ایک عورت نے بتایا کہ میں تم دونوں کو دودھ پلا چکی ہوں اس میں چار صورتوں کا احتمال ہے اگر میاں بیوی دونوں نے تصدیق کی یا صرف خاوند نے مان لیا تو ان کا کیا ہوا نکاح ختم ہو جائیگا اور اگر ان دونوں نے اس کی تکذیب کی تو نکاح بحال رہے گا۔

تاہم اگر عورت نے اپنے قول کے اثبات کے لئے دو گواہوں کا سہارا لیا جنہوں نے اس کی باقاعدہ گواہی دی تو ایسی صورت میں نکاح متاثر ہوئے بغیر نہیں رہتا ہے۔ لیکن ایسی صورت میں صرف عورتوں کی گواہی قابل قبول نہیں جب تک دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں گواہی

نہ دیں۔ خلاصۃ الفتاوی میں ہے۔

ولا يجوز شهادة امرأة واحدة على الرضاع اجنبية كانت اوام احد الزوجين فان وقع فى قلبه صدق المخبر فا الافضل ان تينزه قبل العقد و بعد يسعها المقام معه حتى يشهد على ذلك رجلان او رجل و امرآتان عدول ولا يقبل شهادة نساء وحدهن (ج ۲/۱۱)

ترجمہ:۔ رضاعت میں کسی ایک عورت خواہ میاں وبیوی میں سے کسی ایک کی ماں ہو یا اجنبیہ ہو کی گواہی معتبر نہیں پس اگر نکاح سے پہلے خبر دینے والی عورت کے کہنے پر اعتماد کی فضا پیدا ہو تو نکاح سے بچنا بہتر ہے جبکہ نکاح کے بعد اس تک بیوی کے ساتھ رہنا جائز ہے جب تک اس پر دو مرد یا ایک مرد دو عورتیں گواہی نہ دیں جبکہ صرف عورتوں کی گواہی قابل قبول نہیں۔

واللہ اعلم بالصواب

Scanned with CamScanner

دینی اداروں کے خلاف یہودیوں کی منظّم سازش

قاری فیاض الرحمٰن علوی

سب سے زیادہ پاکیزہ خدا ترس - محب وطن سر فروشان اسلام اور تلاوت قرآن و حدیث سے جن کی زبانیں صبح و شام لبریز رہتی ہیں ان پر دہشت گردی جیسے گھناؤنے الزامات بغیر ثبوت کے کتنے افسوسناک ہیں؟

پاکستان - ہندوستان - بنگلہ دیش میں اپنی مدد آپ کے تحت اور دین دوست مسلمانوں کی زکواۃ - صدقات پر چلنے والے اور دیگر اسلامی ممالک میں حکومتوں کے پیسے پر چلنے والے دینی مدارس - یونیورسٹیوں کے خلاف ایک عرصہ سے یہودی لابی ایک منظّم سازش کر رہی ہے اور اس کے ایجنٹ اور مہرے کروڑوں روپے کے عوض ان اسلامی قلعوں اور چھاؤنیوں کے خلاف بر سر پیکار ہیں - اور ہر وقت اس تاک میں رہتے ہیں کہ کہیں کوئی پتہ ہلے تو وہ آسمان سر پر اٹھاتے ہوئے ایٹم بم پھٹنے کا واویلا شروع کر دیں - جیسا کہ کوئٹہ کے ایک معصوم سے دینی مدرسہ میں ہینڈ گرینڈ کے دھماکہ میں چند معصوم بچے شہید و زخمی ہوئے - اور یہودی ایجنٹوں کی منڈی ہو گئی - لگے سارے مراکز دینیہ پر کیچڑ اچھالنے - گویا کہ بہت بڑا ثبوت ان کے ہاتھ میں آ گیا - یہ موتو بغیظکم کے مصداق کہ علماء اسلام اور طلباء اسلام کو وہ ایک نظر بھی برداشت کرنے کا حوصلہ نہیں رکھتے - اور ان کے غم و غصہ میں چوبیس گھنٹے گھل رہے ہیں - دانت پیس رہے ہیں کہ ان کا بس چلے تو اپنے آقا اسرائیل کی طرح ان مدارس کو بلڈوز کر دیں جس طرح اس نے فلسطینی بچوں، بوڑھوں اور عورتوں کو بلڈوز کیا - آئے روز ان چند مدارس کو جو سکولوں کالجوں، یونیورسٹیوں کے مقابلہ میں آٹے میں نمک کے برابر بھی نہیں - تختہ مشق بنائے ہوئے ہیں معلوم نہیں کہ ان لاکھوں سکولوں کالجوں کے پڑھنے والے نونہالان قوم کی اصلاح و تربیت کی فکر ان کو کیوں نہیں ان کے نصاب کی درستگی کی بات کیوں نہیں کرتے ہر وقت ان چند ہزار طلباء دینی کا غم انہیں کھائے جا رہا ہے - میں ان دردمندان نام نہاد سے پوچھتا

ہوں کہ آپ کو ان مدارس میں کیا خرابی نظر آتی ہے - کیا ان کے اخلاق و کردار میں کوئی کمی ہے یا ان کے ایمان و عمل میں جب بھی ملک و ملت پر کوئی امتحان کا وقت آیا تو کیا یہ لوگ کبھی دوسری صف میں نظر آئے؟ اس ملک کو آزادی دلوانے میں انگریز کے خلاف صف اول میں بر سر پیکار کیا یہی مدارس سے تعلق رکھنے والے علماء و طلباء نہیں تھے؟ آپ جانتے ہیں کہ انگریز نے ایک ایک دن میں سینکڑوں علماء کو درختوں پر پھانسیاں دیں کیوں؟ اور ان ایجنٹوں کے باپ دادا اس وقت بھی علماء کو وہابی - دہشت گردی - بنیاد پرست اور خبر نہیں کیا کیا خطابات دیتے رہے - ہر مدعی کے واسطے دارو رس کہاں یہ مرتبہ بلند ملا جس کو مل گیا - ان مدارس کا کردار یہ ہے کہ قرآن و سنت اور دینی علوم کے محافظ ہیں اور یہ سرمایہ دین ایک نسل سے دوسری نسل کو پہنچانے کا فریضہ انجام دے رہے ہیں - جب مدارس کی موجودہ عمارتیں نہیں ہوتی تھیں تو یہی کام چھوٹی بڑی مساجد میں انجام پاتا تھا - اور آج بھی ان مدارس کی اسی فیصد درسگاہیں مساجد ہی ہیں -

علوم دینیہ کی امانت کی درس و تدریس میں مشغول ہیں - قوم نے جو فریضہ ان کو سونپا ہے اس میں انہوں نے کبھی کوتاہی نہیں کی - قارئین کرام ان مدارس کے پاکیزہ ماحول کے خلاف پروپیگنڈہ کے دو مقاصد ہیں -

(۱) دردمند مسلمانوں کو ان مدارس کی حمایت اور مدد و نصرت سے دور کرنا - اور ان کی ہمدردیاں ختم کرنا

(۲) حکومتوں کو آمادہ کرنا کہ ان مدارس میں مداخلت کریں اور جامعہ ازہر کی طرز کے علماء پیدا کرنا شروع کر دیں - کہ انہیں ترقی پسند - لبرل - روشن خیال علماء کہا جاتا ہے کہ مساجد میں سگرٹ پینے والے بے ریش اور بیویں اور بیٹیوں کے ساتھ سگرٹ پہنا کر بازاروں میں پھرانے والے ائمہ مساجد اور خطباء پیدا ہوں - لیکن پاکستان کے مسلمان خود اگرچہ عملی طور پر کمزور ہی کیوں نہ ہوں - اپنے امام مسجد اور خطیب اور دینی رہنما کے بارے میں بڑے حساس ہیں - دینی مدارس اگر اسلامی عقائد اور سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کیے ہوئے ہیں تو کیا

Scanned with CamScanner

یہ انکا جرم ہے رہا دینی مدارس کا نصاب تو اکثر وہ حضرات جنہیں قریب کا تعلق ان مدارس سے نہیں۔ وہ زیادہ تر یہ کہتے نظر آتے ہیں کہ عصری علوم بھی نصاب میں شامل کئے جائیں۔ عامۃ المسلمین کی معلومات کے لئے عرض ہے کہ پشاور یونیورسٹی میں دینی مدارس کے فضلاء نے گزشتہ سالوں میں ماسٹر ڈگری کے لئے امتحانات دیئے۔ ان کی اکثریت فسٹ ڈویژن اور سیکنڈ ڈویژن میں کامیاب ہوئی۔ دینی مدارس میں حفظ قرآن کے شعبہ کی اکثریت مڈل و میٹرک کر لیتی ہے۔ اور دوسرے درجہ کے امتحان کے لئے مڈل و میٹرک شرط ہے۔ اکثر کسی طالب علم نے عصری سکول میں یہ تعلیم حاصل نہ کی ہو تو وفاق المدارس عربیہ پاکستان کے تحت انہیں امتحان پاس کرنا پڑتا ہے جس میں ریاضی۔ انگریزی۔ جغرافیہ وغیرہ مضامین پڑھائے جاتے ہیں۔ اس امتحان کے بغیر وہ اگلی کلاسوں میں داخلہ نہیں لے سکتے۔ نیز ہمارے سروے کے مطابق ان طلباء کی اکثریت میٹرک۔ ایف اے۔ بی اے اور ایم اے ہوتی ہے۔ اور سول اور فوج ہر جگہ خدمات انجام دے رہی ہے۔ نیز برطانیہ۔ امریکہ۔ اسٹریلیا۔ جاپان۔ افریقہ۔ فرانس۔ عرب ممالک میں پاکستان کے مدارس کے فضلاء کی اکثریت دینی خدمات۔ یونیورسٹیوں۔ کالجوں۔ سکولوں۔ دینی اداروں میں انجام دے رہی ہے۔ سعودی عرب میں مصری معلمین اور پاکستانی معلمین میں عرصہ دراز سے مقابلہ چل رہا ہے اور پاکستانی اساتذہ کی کارکردگی کو ہمیشہ امتیازی مقام حاصل رہا ہے۔

یہ تمام دینی معلمین پاکستان کے دینی مدارس کے پیدا کردہ ہیں۔

پاکستان میں حکومت کے خرچ پر جو ادارے تعلیمی کام کر رہے ہیں۔ ان میں تو نہ قرآن مجید کا آج تک کوئی حافظ تیار ہو نہ قاری اور نہ عالم آج اگر جسٹس تقی عثمانی اور پروفیسر ولی رازی جیسے لوگ اور علامہ شبیر احمد عثمانی اور سید سلیمان ندوی اور علامہ شمس الحق افغانی اور سید ابوالحسن علی ندوی جیسے لوگوں پر ساری دنیا فخر کرتی ہے تو یہ دینی مدارس کے طالبان ہی تو ہیں۔ اور شیخ الہند محمود الحسن۔ حسین احمد مدنی اور مفتی محمود کی شخصیات امت کا سر ، یہ فخر ہیں تو یہ

دینی مدارس ہی کے فرزندان تھے

کیا پاکستان کی تاریخ میں کسی دینی طالب علم کو ڈاکہ ڈالتے کسی نے دیکھا ہے ۔

؟ اگر قوم کی بیٹوں کو راستوں میں ہراساں کیا جاتا ہے پرس چھینے جاتے ہیں تو یہ شکایت دینی طلباء سے کسی کو نہیں۔ لوٹ مار۔ ڈاکہ زنی۔ سگریٹ نوشی۔ سینمابینی۔ شراب نوشی کے مرتکب دینی مدارس کے طلباء نہیں

آپ کی معلومات کیلئے عرض ہے !

کہ دہشت گردی تو دور کی بات ہے آج تک کسی دینی مدرسہ میں کوئی چاقو، چھری تک کسی ایجنسی نے نہیں پکڑی

کسی دینی طالب علم نے اسلحہ کی نمائش کبھی نہیں کی۔

مدارس کے سالانہ دستاربندی کے جلسے جلوسوں دیگر تقریبات میں کبھی کسی مدرس یا طالب علم نے اسلحہ کی نمائش نہیں کی۔ اگر کوئٹہ کے مدرسہ میں ہینڈ گرینڈ کا دھماکہ ہوا تو اس کے کئی عوامل ہو سکتے ہیں اس ملک میں باہر کی ایجنسیاں فرقہ واریت پھیلانے کے لئے علماء و مدارس کو بدنام کرنے کے لئے ایک عرصہ سے یہ خدمات انجام دے رہی ہیں کہ کبھی مسجد پر اور کبھی مدرسہ پر اور کبھی امام باڑوں پر فائرنگ کروا دی اور پھر آپس میں لڑا لیا۔ اور ایجنٹوں نے بیان بازی کر کے اپنی مٹھی گرم کر لی۔

دینی مدارس میں انٹیلی جنس اداروں کے لوگ طلباء کے لباس میں موجود رہتے ہیں۔

کئی ایک مرتبہ ایسے تعلیم یافتہ افراد دینی تعلیم حاصل کرنے کی غرض سے داخلہ لیتے ہیں جن کا اصل مقصد اپنی ڈیوٹی انجام دینا ہوتی ہے میں نے خود ان کے پاس حساب ٹائپ ریکارڈ دیکھے اور بعض دفعہ وہ بتا بھی دیتے ہیں کہ اہم انٹیلی جنس اداروں سے تعلق رکھتے ہیں۔ آئی ایس آئی کو اور حکومت کو سو فیصد معلوم ہے کہ دینی اداروں میں نہ تو عسکری تربیت کا نظام ہے اور نہ ہی ان طلباء کو کسی قسم کی دہشت گردی کی تربیت دی جاتی ہے۔

دینی علماء و طلباء آج کے دور میں سو روپے ماہانہ پر یا مفت مساجد مین امامت کے فرائض انجام

Scanned with CamScanner

دے رہے ہیں۔

ملک میں ایسی بے شمار مساجد ہیں جن میں آج کے اس دور میں امام کو سو روپے ماہانہ یا اس سے بھی کم وظیفہ ملتا ہے اور بے شمار مسجدوں میں مفت امامت کے فرائض انجام دے رہے ہیں۔ اور ساتھ پانچ وقت کی اذان اور مسجد کی خدمت بھی کر رہے ہیں اور اپنے بچوں کا پیٹ پالنے کے لئے درزی کا کام یا کوئی دوسرا کام انجام دیتے ہیں کیا یہ لوگ نفرت کے قابل ہیں یا یہ ایجنٹ ان مساجد کو غیر آباد کرنا چاہتے ہیں۔ ہر محلہ کے لوگ اپنے امام سے عقیدت رکھتے ہیں۔ محبت کرتے ہیں۔ جنہیں یہ لوگ دہشت گرد کہہ رہے ہیں

تیری رنجش کھلی طرز بیاں ہے
نہ تھا دل میں تو کیوں نکلا زباں سے

دینی مدارس میں ہر طبقہ فکر اور ہر شعبہ زندگی سے تعلق رکھنے والوں کے بچے پڑھتے ہیں دینی مدارس کے ان مخالفین کی معلومات کیلئے عرض ہے کہ مسلمانوں کے ہر شعبہ زندگی سے تعلق رکھنے والے ان مدارس میں زیر تعلیم و تربیت ہیں۔ آج تو لوگوں کی یہ سوچ ہے کہ اپنے بچے اور بچیوں کو اگر بے دینی اور خدا بیزاری سے بچانا ہے تو انہیں دینی مدارس میں تربیت دلائی جائے۔ اس لئے کہ بڑوں کا احترام۔ ماں باپ کا احترام۔ دیانتداری۔ استادوں کا احترام۔ ہمسایوں کے حقوق۔ غریبوں سے ہمدردی۔ ضعیفوں کی خدمات۔ بہن بھائی کا احترام۔ عفت و پاکدامنی۔ سچائی و بلند اخلاقی اور بلند کرداری۔ عزم و ہمت۔ وطن سے محبت۔ قومی خدمت۔ سرفروشی۔ جرات و بہادری۔ صبر و استقامت اور ایثار و قربانی کا درس تو قال اللہ قال الرسول ہی کی تعلیم میں ملتا ہے۔ اور آج بھی راتوں کو اٹھ کر دیکھیں تو ان علماء اور طلباء کے آنسوؤں سے مصلے تر نظر آتے ہیں یہ اللہ کے دوست اور خدا کے سپاہی ان کی دشمنی پر تو اللہ کو بھی غیرت آتی ہے۔ حدیث قدسی ہے۔ من عادیٰ ولیاً فقد اذنتہ بالحرب ۔ جو میرے دوست سے دشمنی کرتا ہے۔ میں اس کو جنگ کی دعوت دیتا ہوں۔

ان قوم کے ہمدردوں کو آئے روز کے دھماکے ہوئے قتل و قتال میں بھی مولوی کا چہرہ نظر آتا

ہے ہر روز اسلحہ کے ملک میں ڈھیر پکڑے جاتے ہیں۔ اس بارے میں ایک حرف تک نہیں لکھتے شاید ان سمگلروں سے ان کی رشتہ داری ہے۔ ملٹی نیشنل کمپنیاں اور این جی اوز یہودیوں اور اسلام دشمن قوتوں کے پیسہ پر قوم کی بساط الٹ رہی ہے۔ کلچر کے نام پر قوم کی جوان بیٹیوں کو غیر مردوں کی باہنوں میں جھومتے اور اسلحہ کی نمائش کرتے ہر روز فلموں اور ڈراموں میں دیکھا جا رہا ہے۔ گھر گھر وی سی آر کے بعد ڈش کو کیبل سسٹم کے ذریعہ پہنچا کر قوم کو اور فرزندان توحید کو بے غیرتی پر آمادہ اور عادی کیا جا رہا ہے۔ اور علماء و طلباء ڈنڈے کے ذریعے نہیں صرف تبلیغ کے ذریعے اس سیلاب کو روکنے کی کوشش کر رہے ہیں اور ان کی حالت یہ ہے کہ

اے عندلیت ناداں غوغا سکن دریاں جا
نازک مزاخ شاہاں تاب سخن نہ دارم

حضور ﷺ کا فرمان ہے۔ من رای منکم منکراً فلیغیرہ بیدہ فان لم یستطع فبلسانہ وان لم یسقطع فبقلبہ وذالك اضعف الایمان ۔ اگر تم میں کوئی برائی کو دیکھے تو اپنے ہاتھ سے روک دے اگر اس کی طاقت نہ رکھتا ہو تو پھر زبان سے روکے اور اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو دل میں اس کو برا جانے اور یہ ضعیف ترین ایمان کی نشانی ہے کیا ان اصحاب قلم نے اپنے فرض کو ادا کر دیا ہے اس سلسلہ میں کتنا کردار ادا کر چکے ہیں؟

آج تک کسی بھی طبقہ کے افراد نے دینی مدارس کے بارے میں یہ شکایت نہیں کی کہ میں نے اپنے بچے کو مدرسہ سے اس لئے نکالا ہے کہ یہاں دہشت گردی کی تربیت دی جاتی ہے۔

ان دینی مدارس میں تجارت پیشہ ۔ سول آفیسرز ۔ فوجی آفیسرز ۔ بڑے زمینداروں ۔ پروفیسروں ۔ ڈاکٹروں ۔ انجینئروں اور مزدوروں کاشتکاروں ۔ غریبوں کے بچے زیر تعلیم و تربیت ہیں۔ آج تک کسی والد نے یہ شکایت نہیں کی کہ یہاں پر دہشت گردی کی تعلیم دی جاتی ہے۔ جبکہ دینی مدارس کے بے شمار فضلاء دینی تعلیم مکمل کرنے کے ساتھ ساتھ ڈاکٹر۔ انجینئر۔ پروفیسر۔ ماہر لسانیات۔ پی ایچ ڈی اور جج بنے ہیں۔ اور دوسرے لوگوں کے مقابلہ میں

معروف کردار کے مالک اور بہترین صلاحیتوں کے حامل ہیں-

دینی مدارس کے طلباء فراغت کے بعد تبلیغی جماعت میں پوری دنیا میں تبلیغ کے فرائض انجام دیتے ہیں-اور اپنے ذاتی خرچ پر دور دراز ممالک میں جاتے ہیں-اور اکابرین تبلیغ نے ان کے لئے پورے سال کا کورس رکھا ہے- جبکہ عام آدمی چار ماہ لگاتا ہے جبکہ استحصال، چوربازاری، ارتکاز، ہوائی فائرنگ، رشوت، بے حیائی وفحاشی سے ہمیشہ دور رہے ہیں-

یورپ میں آزاد عیسائی مدارس اور مشنری ادارے موجود ہیں-

عیسائیوں کے مشنری ادارے ساری دنیا میں کام کررہے ہیں-جو اسلام کے خلاف ہر حربہ استعمال کررہے ہیں-یورپ میں آزاد عیسائی مدرس موجود ہیں-ان کے خلاف تو کبھی ان ہمدردوں کا قلم حرکت میں نہیں آیا کہ ان کی فرقہ واریت سے جو خون بہایا گیا اور بہہ رہا ہے وہ ہیروشیما اور ناگاساکی بھی یاد بھلادیتا ہے-

دنیا کے نصف سے زیادہ ممالک میں عسکری تربیت پبلک کیلئے لازمی ھے -

کیا عسکری تربیت دہشت گردی ہے-اگر جہادی تنظیموں کو دہشت گرد کہا جارہا ہے تو وہ کس اعتبار سے-

کیا کبھی بھی ان مجاہدین نے ملک کے اندر کسی غلط حرکت کا ارتکاب کیا ہے-کیا یہاں بے نظیر صاحبہ- معین قریشی-نواز شریف اور دیگر مختلف حکومتوں کے درمیان کبھی بھی کسی سیاسی معاملہ میں حصہ لیا ہے جبکہ کئی ایک دفعہ ان مجاہدین کو قید وبند کی صعوبتوں سے گذرنا پڑا ان پر شدید تشدد کیا گیا- مگر ان کو ان کی راہ سے کوئی نہ پھیر سکا-نیز جتنے بھی گروہ اس سلسلہ میں کام کررہے ہیں-ان کے مکمل معلومات حکومت کے پاس موجود ہے-جب قوم کو ان کی خدمت کی ضرورت نہیں رہے گی تو وہ اپنے اپنے کام میں لگ جائیں گے اور یہ بھی معلوم ہونا چاہیے کہ ان مجاہدین میں ان دینی مدارس کے طلباء نہیں بلکہ عام مسلمان نوجوان ہیں اور یاد رکھیں جتنا اسلام کے خلاف کام بڑھے گا اور مسلمانوں پر ظلم ڈھایا جائے گا اتنا ہی یہ جہادی عمل

بڑھے گا-اسلام کی فطرت میں قدرت نے لچک دی ہے-اتنا ہی یہ ابھرے گا جتنا کہ دباؤ گے آخر میں صحافی حضرات مضمون نگار اور آرٹیکل لکھنے والے دوستوں سے عرض کروں گا-خدارا لکھتے وقت ذرا سوچئے اگر واقعی کسی اصلاح کی مدارس دینیہ کو ضرورت ہے تو مدارس میں آئیں- ان کے آل پاکستان بورڈز ہیں-ان کے اکابرین سے ملیں اور اپنی مثبت تجاویز دیں ان کے نظام تعلیم کو سمجھیں-ان مدارس نے تو بڑے بڑے اصحاب قلم پیدا کئے ہیں-جن کا قلم کسی باطل کے سامنے کبھی خم نہیں ہوا- تنقید مثبت ہو جس میں تعمیر کا پہلو ہو کہیں ایسا نہ ہو کہ جو واجپائی کہہ رہا ہے جمی کارٹر اور کلنٹن کہہ رہا ہے وہی آپ کہہ نہ رہے ہوں

انہیں کی محفل سجا رہا ہوں چراغ میرا ہے رات ان کی
انہیں کے مطلب کی کہہ رہا ہوں زبان میری ہے بات انکی •

یاد رکھیں اگر یہ دینی مراکز نہ ہوتے تو آج برصغیر سارے کا سارا نہیں تو اکثر عیسائی ہوتا یا مرزائی و قادیانی ہوتا الا ماشاء اللہ دینی مدارس کا یہی سب سے بڑا کردار ہے کہ ان کی بدولت فرزندان توحید کا ایمان محفوظ ہے-اور وہ نبی پاک ﷺ کے دامن سے وابستہ ہیں-

ممکن ہے کہ جہادی عمل کے خلاف لکھنے والوں کو غیر ملکی ایجنسیوں اور قادیانیوں، مرزائیوں کی طرف سے دھوکہ دیا جارہا ہوں یاد رکھیں مرزا قادیانی نے انگریزوں کی وفاداری میں جہاد کے حرام ہونے کا اعلان کیا تھا اور آج اس کے پیروکار اس عقیدے پر گامزن ہیں-

طلاق اور بہانے

خالد محمو
درجہ تخصص سال دوم

شریعت مطہرہ نے طلاق کا جو نظام مقرر کیا ہے اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ طلاق وقتی جذبات کی تسکین کے لئے نہ ہو بلکہ سوچ سمجھ کر انتہائی مجبوری کی حالت میں دینی چاہیئے - اسی لئے شریعت نے شوہر کو اس کی تاکید کی ہے کہ اگر نکاح کے بعد حالات خراب ہو جائے تو و بتدریج اس کے اصلاح کی کوشش کرے - اگر اصلاح کی تمام تر کوششوں کے باوجود کام نہ بنے تو پھر بدرجہ مجبوری شوہر کو طلاق کی اجازت دی گئی ہے - تاہم اس کو ابغض المباحات قرار دیا ہے - جس کا معنی یہ ہے کہ بوقت مجبوری اگرچہ طلاق دینے کی اجازت ہے لیکن تمام جائز کاموں میں سے یہ سب سے زیادہ ناپسندیدہ کام ہے جیسا کہ ابوداؤد شریف کی ایک حدیث میں آیا ہے

عن ابن عمرؓ عن النبی صلی اللہ علیه وسلم قال ابغض الحلال الی اللہ الطلاق ۲۹٦ - حضور کا ارشاد ہے کہ اللہ کے نزدیک تمام حلال چیزوں میں سب سے زیادہ مغبوض چیز طلاق ہے -

اسی طرح جو عورت بغیر کسی مجبوری کے اپنے شوہر سے طلاق کا مطالبہ کرتی ہے اس کے بارے میں شدید وعید آئی ہے چنانچہ ارشاد ہے -

عن ثوبان قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم ایما امراۃ سالت زوجها طلاقا فی غیرمابأس فحرام علیها رائحة الجنة (۲)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو کوئی عورت بغیر کسی مجبوری کے اپنے شوہر سے طلاق کا مطالبہ کرے تو اس پر جنت کی خوشبو حرام ہے -

شیطان جو بنی نوع انسان کا ازلی اور ابدی دشمن ہے - اور جو انسان کو مختلف

گمراہیوں میں ڈال کر اس کو جہنم تک پہنچانے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگاتا ہے - وہ طلاق دینے سے بہت خوش ہوتا ہے - چنانچہ مسلم شریف کی ایک روایت میں آتا ہے - ابلیس پانی (سمندر) پر اپنا عرش سجا دیتا ہے پھر اپنے لشکروں کو انسانوں کے گمراہ کرنے کے لئے روانہ کرتا ہے - ان میں سے جو بھی شیطان سب سے زیادہ فساد پھیلاتا ہے وہ ابلیس کا مقرب بن جاتا ہے - چنانچہ جب وہ شیاطین مختلف فتنے کھڑے کرنے کے بعد واپس آتے ہیں تو ہر ایک اپنا کارنامہ ابلیس کے سامنے بیان کرتا ہے - ایک کہتا ہے کہ میں نے دو آدمیوں کو لڑوادیا - یہاں تک کہ ایک نے دوسرے کو قتل کر دیا - ابلیس کہتا ہے کہ تم نے کچھ بھی نہیں کیا - اسی طرح ہر ایک اپنے کارنامے بیان کرتا ہے - آخر میں ایک شیطان آتا ہے اور کہتا ہے کہ میں نے میاں بیوی کو لڑوادیا یہاں تک کہ شوہر نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی - اس پر ابلیس بہت زیادہ خوش ہو کر اس کو اپنے گلے لگاتا ہے اور کہتا ہے کہ صرف تو نے کام کیا ہے - (۳)

اندازہ لگائیے کہ قتل، چوری، ڈاکہ وغیرہ کتنے بڑے جرائم ہیں - لیکن ان سے ابلیس اتنا خوش نہیں ہوتا ہے جتنا کہ میاں بیوی میں تفریق ہو جانے سے خوش ہوتا ہے اسی وجہ سے طلاق کا لفظ بھولے سے بھی زبان سے نہیں نکالنا چاہیئے - ہمارے معاشرے میں جتنی طلاقیں دی جاتی ہیں اگر اس کے پس منظر کا جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوگا کہ وقتی طور پر شوہر کو کسی بات پر غصہ آجاتا ہے اور وہ اپنی بیوی کو طلاق دے دیتا ہے - پھر ایک طلاق دینے پر بھی اکتفا نہیں کرتا بلکہ تین طلاقیں دیتا ہے - بعد میں جب غصہ ٹھنڈا پڑ جاتا ہے تو پھر پچھتاتا ہے کہ میں نے کیا کیا - ۹۹ فیصد طلاقوں کا بنیادی سبب وقتی غصے کی تسکین ہوتا ہے -

ہمارے ہاں دارالافتاء میں زیادہ تر مسائل تین چیزوں سے متعلق آتے ہیں - میراث، طلاق اور دعوی " نماز، زکواۃ، روزے اور حج کے بارے میں بہت کم مسائل آتے ہیں جو دین اسلام کی بنیادی چیزیں ہیں - میراث میں تو ظاہر ہے کہ اپنا حصہ معلوم کرنے کے لئے لوگ مسئلہ پوچھتے ہیں کہ میرے والد یا بھائی وغیرہ کا انتقال ہو گیا ہے اور مجھے ان کے ترکہ میں کتنا حصہ ملے گا تا کہ اس پر قبضہ کرلوں - دعوی کے اندر بھی دنیوی فائدہ سامنے ہوتا ہے کہ دو آدمی

کسی جائیداد یا مکان وغیرہ پر لڑ پڑتے ہیں ایک کہتا ہے کہ یہ میرا ہے دوسرا کہتا ہے کہ میرا ہے۔ پھر مفتی صاحب کے پاس آتے ہیں تاکہ مفتی صاحب بھی فتویٰ دے دیں کہ یہ جگہ آپ کی ہے۔ اس میں بھی دنیوی منفعت مقصود ہوتی ہے۔ تیسری چیز طلاق ہے۔ ہوتا یوں ہے کہ میاں بیوی لڑ پڑتے ہیں۔ شوہر غصہ میں آکر طلاق دے دیتا ہے۔ پھر اول تو خود ہی مفتی بن جاتا ہے کہ غصہ کی حالت میں طلاق واقع نہیں ہوتی لیکن جب رشتہ داروں اور محلہ والوں کو پتہ چل جاتا ہے کہ فلاں نے اپنی بیوی کو طلاق دی ہے اب یہ بیچارہ سوچتا ہے کہ اگر اس عورت کو رکھوں تو لوگ کیا کہیں گے۔ لوگوں کے ڈر سے آکر مفتی صاحب سے مسئلہ پوچھتا ہے اور یہ ضرور کہتا ہے کہ غصہ کی حالت میں دی ہے یا اس وقت میرا دماغ بالکل کام نہیں کر رہا تھا یا طلاق دینے کا ارادہ نہیں تھا ویسے منہ سے نکل گیا یا ایک ہی سانس میں تین مرتبہ کہا تھا وغیرہ وغیرہ۔ عجیب عجیب بہانے بناتا ہے اور مسئلہ ایسا گول مول اور ہیرا پھیری سے بیان کرتا ہے تاکہ مفتی صاحب کہہ دے کہ طلاق نہیں ہوئی۔ یاد رکھیے کہ کسی مفتی کے حلال کہنے سے کوئی حرام چیز حلال نہیں ہوتی اگر واقعی طلاق دی ہو اور غلط بیانی سے کام لیکر خلاف واقعہ بات کہہ دی تو اس کا سارا گناہ کہنے والے پر ہوگا۔ مفتی صاحب تو ظاہری حالت کو دیکھ کر فتویٰ دیتا ہے۔

حالانکہ طلاق ایسی چیز ہے جو ہر طرح واقع ہو جاتی ہے چاہے کوئی شخص برضا و رغبت دے دے یا غصہ کی حالت میں دے دے۔

حدیث میں آتا ہے۔

"ثلث جدھن جد وھزلھن جد — النکاح و الطلاق والرجعة (۴)

تین چیزیں ایسی ہیں کہ جن میں سنجیدگی اور مزاح تو ہے۔

نکاح، طلاق اور رجعت (ایک یا دو طلاق کے بعد بیوی کی طرف عدت گزرنے سے قبل قول یا فعل کے ساتھ رجوع کرنا) یعنی اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو طلاق دیدے اور بعد میں کہے کہ میں نے تو طلاق کا لفظ مذاقاً استعمال کیا تھا تو شرعاً اس کی بات کا اعتبار نہ ہوگا بلکہ طلاق واقع ہو جائے گی۔

فقہ حنفی کی مشہور کتاب شامی میں لکھا ہے کہ عاقل بالغ کی طلاق ہر حال میں واقع ہو جاتی ہے چاہے وہ غصہ کی حالت میں ہو یا اس کو مجبور کیا گیا ہو یا مزاحاً کہا ہو یا نشے کی حالت میں کہا ہو (حرام چیز کے نشہ سے یعنی شراب وغیرہ پینے سے) یا غلطی سے زبان سے نکل گیا ہو۔ ہر صورت میں طلاق واقع ہو جاتی ہے۔ اسی طرح اگر کوئی شخص ایک ہی کلمہ سے تین طلاق دے یا ایک ہی مجلس میں تین طلاق دے دے تو تینوں واقع ہو جاتی ہیں جس کے بعد حلالہ کے بغیر رجوع کرنا جائز نہیں ہوتا ہے۔ جمہور صحابہ و تابعین اور ائمہ اربعہ امام ابو حنیفہؒ، امام شافعی، امام مالک، امام احمد بن حنبل کا یہی مسلک ہے۔ اور امام بخاری نے باقاعدہ اس پر باب قائم کیا ہے۔

باب من اجاز الطلاق الثلث (۵)

اسی طرح اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو طلاقن کہے تو اس سے بھی طلاق واقع ہو جاتی ہے حالانکہ بعض لوگوں نے اس کو روزانہ کا معمول بنایا ہوا ہے۔ کہ معمولی معمولی باتوں پر بیوی کو طلاقن کہتے ہیں

حکایت۔ ایک مرتبہ ایک شخص اپنے دوست سے ملنے گیا۔ اس کا دوست اس کی آمد پر بہت خوش ہوا اور اس کو بیٹھک میں بٹھا دیا اور بیوی سے کہہ دیا کہ مہمان آیا ہوا ہے تم فلاں وقت تک کھانا تیار کر لو۔ جب مقررہ وقت پر بیوی کھانا تیار نہ کر سکی تو اس نے غصہ میں آکر کہا کہ طلاقن تم نے تاخیر کیوں کی۔ اسی طرح کئی دفعہ اس کو طلاقن کہا اس کا مہمان جو بیٹھک میں بیٹھا ہوا یہ سب کچھ سن رہا تھا بہت غمگین ہوا۔ خیر جب وہ کھانا لے آیا تو اپنے مہمان کو پریشان دیکھ کر وجہ پوچھی تو مہمان نے افسوس کرتے ہوئے کہا کہ میری وجہ سے آپ کو اپنی بیوی کو طلاق دے بیٹھے۔ میزبان نے فوراً کہہ دیا کہ کوئی بات نہیں یہ تو ہمارا روز کا معمول ہے۔ روزانہ میں اس طرح کہتا ہوں آپ فکر نہ کریں۔ آرام سے کھانا کھائے۔

اسی لئے اس کو روز کا معمول نہیں بنانا چاہیے اور معمولی معمولی باتوں پر غصہ میں آکر ایسے الفاظ کہنے سے احتراز کرنا چاہیے جن سے طلاق واقع ہو جاتی ہے۔ ورنہ پھر ساری زندگی پچھتانا پڑے

گا۔اگر خدانخواستہ کہیں غلطی سے طلاق دے دی تو کسی ماہر مفتی کے سامنے صحیح حالات رکھ کر صحیح مسئلہ معلوم کرنا چاہیے ورنہ غلط بیانی کی صورت میں ساری زندگی زنا اور بدنظری کا گناہ ملتا رہے گا۔

حواشی

(۱) ابوداؤد شریف ج ۲۹۶/۱
(۲) مشکوٰۃ ج ۲۸۳/۲
(۳) مسلم شریف ج ۳۷۶/۲
(۴) ابوداؤد ج ۲۹۸/۱
(۵) صحیح بخاری ج ۲۷۱/۲
(۶) شامی ج ۴۶۸/۳

ایک اہم استفتاء اور اس کا جواب

حضرت مولانا حسین احمد
ناظم تعلیمات جامعہ عثمانیہ پشاور

نصاب تعلیم میں تحریف قرآن کی مذموم کوشش

نصاب تعلیم اور نظام تعلیم کسی بھی قوم وملک کی تعمیر میں ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اس نظام کے تحت ملک میں چلنے والے تعلیمی ادارے ہی معماران قوم وملک تیار کرتے ہیں۔ جو آگے چل کر ملک کا نظام سنبھالتے اور چلاتے ہیں۔اگر نصاب تعلیم اور نظام تعلیم درست ہو گا تو وہ اچھے اور قابل افراد قوم کو مہیا کرے گا۔بصورت دیگر نااہل لوگ آگے آئیں گے اور ملک وقوم کا بیڑا غرق کردیں گے۔

اسلام کے نام پر حاصل کیے جانے والے اس ملک میں سب سے پہلے نصاب تعلیم اور نظام تعلیم میں بنیادی اور انقلابی تبدیلیاں لانے کی ضرورت تھی۔مگر یہاں لارڈ میکالے کا فرسودہ اور ظالمانہ طبقاتی نظام تعلیم نہ صرف یہ کہ باقی رکھا گیا بلکہ اسے اور بھی زیادہ مضبوط و محفوظ بنایا گیا نتیجہ آپ کے سامنے ہے۔یہ نظام زیادہ تر کلرک قسم کا طبقہ پیدا کر رہا ہے۔ملک کا عام شہری اعلیٰ تعلیم کا تصور تک نہیں کر سکتا۔

تعلیم پر کروڑوں کا بجٹ خرچ کیا جارہا ہے۔مگر نصاب تعلیم میں مثبت اور مناسب تبدیلی کے لئے کبھی کوئی سنجیدہ کوشش نہیں کی گئی۔تعلیمی اداروں کا نصاب دیکھ کر یہ نہیں کہا جاسکتا کہ یہ کسی اسلامی ملک کی تعلیم گاہوں کا نصاب ہے۔آج انہی اداروں سے پڑھ کر نکلنے والے قوم کے چوٹی کے لیڈر اور بیوروکریٹ یا تو عدالتوں کے کٹہروں میں ناجائز دولت کمانے، بددیانتی، اقرباپروری، دھوکہ دہی، ملکی راز فاش کرنے، فرائض میں غفلت اور ملک سے غداری جیسے سنگین مقدمات کا سامنا کر رہے ہیں۔یا پھر ملک سے فرار اور اشتہاری مجرم ہیں۔

نصاب تعلیم کو مسلمان بنانے کے لئے ہر کلاس میں اسلامیات کا ایک مضمون رکھا گیا ہے۔مگر

Scanned with CamScanner

اس کا حال بھی یہ ہے کہ پہلی جماعت سے ایم اے تک اسلامیات پڑھنے والا نہ تو اپنے دین کے بنیادی عقائد سے واقف ہوتا ہے اور نہ ہی اسے اپنے مذہب کی سب سے بڑی اور اہم عبادت نماز کے ضروری مسائل کی کچھ خبر ہوتی ہے۔

اس لنگڑی لولی اسلامیات کو بھی غنیمت سمجھا جا رہا تھا۔ مگر ظلم یہ ہے کہ اب اس پر ہاتھ صاف کیا جا رہا ہے۔ بلکہ تحریف کی مذموم اور خطرناک کوششیں ہو رہی ہیں۔ قارئین کو اخبارات کے ذریعے علم ہوا ہوگا کہ صوبہ سرحد میں تیسری جماعت کے نصاب میں شامل پشتو کی کتاب "زمانوے کتاب" میں مسلمان بچوں کو محرف سورہ فاتحہ اور سورۃ اخلاص یاد کرانے کی مذموم کوشش کی گئی ہے جس کے نتیجے میں صوبہ بھر میں زبردست احتجاج ہوا۔ دین و مذہب کے حوالے سے اس نہایت حساس خطے کے لوگوں کے جذبہ ایمانی کا شاید امتحان لینا مقصود تھا۔ پس پردہ محرکات کی حقیقت کیا ہے۔ اس بارے میں حتمی طور پر ابھی کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ کتاب کے شروع میں مصنفین و مؤلفین اور نظر ثانی کرنے والوں کی درجن بھر کی فہرست ہے کیا پروف ریڈرز سمیت ان سب لوگوں کی مت ماری گئی تھی۔ ان کا علم اور عقل سلب کر لئے گئے تھے۔ نہیں ایسا ہرگز نہیں۔ یہ سب کچھ کسی طویل منصوبہ بندی اور خطرناک گہری سازش کی ابتدائی کڑی معلوم ہوتی ہے۔ جس کی ڈور کہیں بہت دور سے ہل رہی ہے۔ اسے مشق کا حصہ قرار دیکر جان نہیں چھڑائی جا سکتی۔ کیا سورۃ فاتحہ اور سورۃ اخلاص ہی کو تختہ مشق بنانے کے لئے منتخب کرنا ضروری تھا۔

جماعت نہم اور دہم کی اسلامیات میں تو اور بھی زیادہ ظلم ڈھایا گیا ہے۔ وہاں ایک دو نہیں تقریباً پندرہ جگہوں پر تحریف کی گئی ہے۔ نہ صرف الفاظ میں بلکہ معانی میں بھی۔ اس خطرناک کوشش کو سرسری عامیانہ نظر سے دیکھ کر نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ نہ اسے غفلت قرار دیکر نرمی کا کوئی جواز فراہم کیا جا سکتا ہے۔ نصاب جیسے اہم اور حساس معاملے میں غفلت کے مرتکب رعایت کے مستحق کیسے ہو سکتے ہیں۔

جمعیۃ علماء اسلام نے قوم کی نمائندگی کرتے ہوئے اس مسئلے کو سنجیدہ انداز سے لیا اور جمعیۃ ضلع

پشاور کے رہنماؤں نے کابلی تھانہ قصہ خوانی بازار میں ایف آئی آر درج کرائی۔ جس میں ٹیکسٹ بک بورڈ کے چیئرمین اور دونوں کتابوں کے مصنفین و مؤلفین کو فریق بنا کر انہیں سزا دینے کا مطالبہ کیا۔

کابلی تھانہ کے ایس ایچ او نے اس سلسلے میں جامعہ عثمانیہ سے فتویٰ طلب کیا۔ حضرت مولانا مفتی غلام الرحمٰن صاحب مہتمم جامعہ عثمانیہ پشاور نے دونوں کتابوں کا تفصیلی مطالعہ کرنے کے لئے چار افراد پر مشتمل ایک کمیٹی تشکیل دی۔ جس میں خود ان کے علاوہ جامعہ کے اساتذہ کرام مولانا مفتی ذاکر حسن صاحب مولانا مفتی نجم الرحمٰن صاحب اور راقم حسین احمد شامل تھے۔ مسئلے کے تمام پہلوؤں پر غور کرنے کے بعد حضرت مفتی صاحب نے استفتاء کا جواب مرتب فرمایا۔ جو کمیٹی کے ارکان کے تائیدی دستخطوں کے ساتھ جاری کیا گیا۔

مسئلے کی اہمیت کے پیش نظر جواب نذر قارئین ہے۔ یہ فرض منصبی کی ادائیگی ہے مقصود نہ کسی کی طرفداری ہے نہ اشتعال بلکہ حق کا اظہار ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں حق سمجھنے اور حق بولنے کی توفیق عطا فرمائے۔

نوٹ:۔ استفتاء میں گنبد خضراء کو سیاہ رنگ میں شائع کرنے اور حمد کے بعد نعت نہ لکھنے کو توہین رسالت قرار دینے کے متعلق بھی استفسار ہے۔ لیکن چونکہ یہ غلطیاں توہین رسالت کے زمرے میں نہیں آتیں۔ اس لئے جواب میں اس سے تعرض نہیں کیا گیا۔

استفتاء بخدمت مفتی صاحب دارالافتاء جامعہ عثمانیہ پشاور

جماعت سوئم کی درسی کتاب "زمانوے کتاب" پشتو مجریہ ٹیکسٹ بک بورڈ پشاور کے صفحہ آخر پر عنوان مشق کے نیچے تحریر کردہ سورۃ فاتحہ۔ سورۃ اخلاص و تسبیح جو چھاپ شدہ ہے۔ اور پہلے صفحہ پر ترتیب مضامین۔ یا اسباق میں حمد کے بعد زمونگ پیغمبر حضرت محمد ﷺ کا درج نہ کرنا۔ اسی طرح جماعت نہم۔ دہم کے لئے درسی کتاب "اسلامیات لازمی" میں خط کشیدہ الفاظ۔ یا آیات کریمہ میں جو کمی بیشی یا ردوبدل کی گئی ہے اور اسی کتاب کے سرورق پر جو گنبد

حضرا بجائے سبز رنگ کے سیارہ رنگ سے چھاپہ گیا ہے۔ اور صفحہ 4 پر اللہ تعالی اور اس کے رسول ﷺ کی محبت واطاعت میں سیرت کے بارے میں ذکر نہ کرنا کیا؟ تحریف قرآنی۔ اور توہین رسالت کے مترادف اور قابلِ مواخذہ ہے۔ فتوی دیا جاوے نیز زیادتی سے معنی پر کیا مبینہ کمی واثرات پڑتے ہیں

الجواب وباللہ التوفیق

(۱) اسلامیات جماعت نہم ودہم شائع کردہ این ڈبلیو ایف پی ٹیکسٹ بک بورڈ پشاور اور تیسری جماعت کی اردو اور پشتو کتاب کے بارے میں پوچھے گئے سوالات کے بارے میں یہ عرض ہے کہ اول الذکر کتاب کے پہلے صفحہ پر گنبد خضرا کے رنگ میں تبدیلی۔

(۲) صفحہ ۱۳ سطر ۱٦ پر سورۃ انفال کی جگہ " سورۃ اطفال " لکھنا

(۳) صفحہ ١٤ سطر ۹ پر مستضعفون کی جگہ مستضغفون

(٤) صفحہ ۱۸ سطر ٤ پر ویکون الدین لله میں کله چھوڑنا

(٥) صفحہ ۱۹ سطر ۱ اور سطر ٥ مفعولاً کی جگہ مفغولاً

(٦) صفحہ ۲۰ سطر ٤ پر واصبروا کے بعد ان الله چھوڑنا

(٧) صفحہ ۲٦ سطر ٧ پر وان یکن کے بعد منکم چھوڑنا

(۸) صفحہ ۳۵ سطر ٧ پر وعمارۃ المسجد الحرام کی جگہ عمّارۃ لکھنا

(۹) صفحہ ۳٦ سطر ٥ پر وتجارۃ تخشون کی جگہ تخشون لکھنا

(۱۰) صفحہ ٤۰ سطر ٥ پر ورهبانهم کی جگہ رحبانهم لکھنا

(۱۱) صفحہ ٤۳ سطر ٤۳ پر لاتحزن کی جگہ لا تخزن لکھنا

یہ سب ایسی غلطیاں ہیں کہ طباعتی مراحل میں ان کے ہونے سے انکار نہیں کیا جا سکتا ایسی غلطیوں کا تحمل اگرچہ دوسری کتابوں میں قارئین گوارہ کرتے ہیں۔ لیکن قرآن مجید پڑھتے وقت ایسی کسی غلطی پر مسلمان کے دل پر بوجھ ضرور پڑتا ہے لیکن نصاب کی کتابوں میں ایسی

غلطیوں کے تدارک کا اہتمام نہ کرنا بچوں کی تعلیمی اوقات ضائع کرنے اور ان کے نفسیات سے کھیلنے کے مترادف ہے پھر دینیات کا ابتدائی نصاب اس سے بڑھ کر اس کا تقاضا کرتا ہے کہ اس میں کسی ادنی غلطی سے احتراز کرنا ضروری ہے تاکہ ننھے منھے بچوں کی ذہنی آبیاری کرتے وقت گمراہی کا کوئی شائبہ نہ رہے دینی معاملات اور قرآن مجید کے بارے میں بچے کسی ادنی شبہ کا شکار نہ ہوں کیونکہ قرآن مجید کی طباعتی غلطی پر نونہال بچوں کے بچکانہ ذہن پر کئی برے اثرات پڑ سکتے ہیں۔

لیکن اسلامیات حصہ نہم ودہم کے صفحہ ۵۱ سطر ٦ پر هی حسبهم ولعنهم الله کے بعد ولهم عذاب مقیم کاالذین من قبلکم کانو اشد منکم قوۃ واکثر اموالاً و اولاداً فاستمتعوا بخلاقهم فاستمتعتم بخلاقکم کمااستمتع الذین من قبلکم بخلاقهم و خضتم کالذی خاضوا اولئك حبطت اعمالهم فی الدنیا والاخرۃ واولئك هم الخسرون ٥ الم یأتهم نبأالذین من قبلهم قوم نوح وعاد وثمود وقوم ابراہیم کے حصہ کو چھوڑ کر واصحب مدین والمؤتفکت کو ولعنهم الله سے جوڑنا۔

اور صفحہ ٦١ سطر نمبر ۱ پر ان صلوتك سكن لهم کے بعد والله سميع عليم ٥ الم يعلمو ان الله هو يقبل التوبة عن عباده و يأخذ الصدقات وان الله هو التواب الرحيم و قل اعملوا فسيرى الله عملكم و رسوله والمؤمنون وستردون الى عالم الغيب والشهادة فينبئكم بما كنتم تعملون ٥ واخرون مرجون لامرالله اما يعذبهم واما يتوب عليهم والله عليم حكيم ٥ والذين اتخذوا مسجداً کے حصہ کو چھوڑ کر اس کے بعد والے حصے ' ضرارا و کفراً و تفریقاً بین المؤمنین ' کے حصہ کو ان صلوتك سكن لهم سے ملانے کو محض طباعتی یا غیر اختیاری غلطی پر حمل کرنا توجیہ بمالا یرضی قائلہ کے مترادف ہے۔ کیونکہ درمیان میں آیات چھوڑ کر دوسرے آیات کے ٹکڑوں کو ملا کر خود ساختہ ترتیب کے مطابق ترجمہ کرنا پس پردہ کسی مذموم کوشش کی نشاندہی کرتا ہے بلکہ اس کی روشنی میں طباعتی غلطیوں کی حیثیت بھی مشکوک صورت

اختیار کر جاتی ہے کیونکہ مذکورہ دونوں صورتوں میں اگرچہ صفحہ ۵۱ سطر نمبر ۶ یہ خود ساختہ ترتیب کے مطابق ترجمہ کرنے پر معنوی اعتبار سے کسی خلاف مقصود حقیقت کی نشاندہی نہیں ہوتی لیکن مؤخر الذکر جگہ میں خود ساختہ ترتیب کا ترجمہ نہایت خطرناک ہے کیونکہ اصل حقیقت کچھ یوں ہے کہ

"اور ان کے حق میں دعا خیر کرو بے شک تیری دعا ان کے لئے باعث تسکین ہے اور اللہ تعالی سب کچھ سنتا جانتا ہے-"

اس کے بعد چھوڑی ہوئی آیت یعنی آیت نمبر ۱۰۶ پر مسجد ضرار یعنی دشمنان اسلام کے مورچے کا تذکرہ ہے جو دشمنان اسلام نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف مدینہ منورہ میں قائم کیا تھا- جس سے دشمنان اسلام اپنے مذموم منصوبوں کو عملی جامہ پہنا نے کے بارے میں مشورہ کرتے تھے- کفر کے اس مورچہ کے بارے میں اللہ تعالی فرماتے ہیں-

اور جنہوں نے مسجد کے نام پر جو جگہ بنائی ہے اس کی بنیاد ضد، کفر اور مسلمانوں میں تفرقہ ڈالنے اور دشمنان اسلام کو اللہ اور اس کے رسول کے خلاف جگہ دینے کی بنیاد پر ہے لیکن خود ساختہ ترتیب میں مسجد ضرار کی یہ صفات حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کے ساتھ ملا کر یوں ترجمہ کیا گیا ہے-

ان کے حق میں دعائے خیر کرو کہ تمہاری دعا ان کے لئے موجب تسکین ہے کہ ضرر پہنچائے اور کفر کریں اور مومنوں میں تفرقہ ڈالیں اور جو لوگ خدا اور رسول سے پہلے جنگ کر چکے ہیں ان کے لئے گھات کی جگہ بنائیں-

ایک عقلمند شخص پر یہ حقیقت مخفی نہیں کہ ایسی فحش غلطی کو اتفاقیہ قرار دینا مشکل ہے بلکہ اس میں کسی مذموم اور دین دشمنی کی کوششیں کار فرما نظر آتی ہیں جو مسلمانوں کو راہ راست سے ہٹانے کے بارے میں آئے دن سوچتے رہتے ہیں- قرآن مجید کی ترتیب کو قصداً بدلنا اور اس میں تغیر و تبدیل کرنا شریعت کی روشنی میں تحریف قرآن ہے اور یہ ناقابل معافی جرم ہے

مصر کے نامور عالم شیخ رشید رضا تحریف کے بارے میں فرماتے ہیں-

وتحریف الکلم عن مواضعه یصدق بتحریف الالفاظ بالتقدیم والتأخیر والحذف والذیادة والنقصان (تفسیر المنار ج ۲۳۵/۶)

اور ایک دوسری جگہ فرماتے ہیں-

وایضاً قال :- التحریف یطلق علی معنیین ------ ثانیهما اخذ کلمة او طائفة من الکلم من موضع الکتاب و وضعها فی موضع آخر -
(تفسیر المنار ج۱۱۵/۶)

جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں-

وقال البیهقی فی شعب الایمان من یکتب مصحفا فینبغی ان یحافظ علی الهجاء الذی کتبوا به تلک المصاحف ولا یخالفهم فیه ولا یغیر مماکتبوا (الاتقان/۱۶۷)

(۲) ایسی ہی تیسری جماعت کی اردو اور پشتو کی کتاب کے آخری صفحہ نمبر ۱۳۱ پر مشق کے عنوان سے یہ لکھا

بسم الله الرحمن الرحيم

لا اله الا الله محمد رسول الله

الله اکبر — سبحان الله — الحمد لله ربنا رب العالمین مالک یوم الدین

ایاک نعبد وایاک نستعین اهدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیهم غیر المغضوب علیهم

سبحان ربی العظیم — سبحان ربی الاعلی

قل هو الله احد لم یلد ولم یولد ولم یکن له کفواً احد

اس کا تعلق گزشتہ سبق "شد" کے بارے میں ہے اس مشق میں محض شد کا اجراء اور تمرین مقصد ہے یہ سورۃ فاتحہ سورۃ اخلاص یا کسی دوسری آیت کو دیگر بچوں کو شد کے بارے میں

Scanned with CamScanner

تمرین کی جاسکتی تھی لیکن اس کے باوجود سورۃ فاتحہ سورۃ اخلاص اور تسبیحات کو باہمی طور پر یوں خلط کرنا باقاعدہ منظم سازش کی کوشش کی نشاندہی کرتا ہے قرآن مجید مسلمانوں کا دینی مذہبی اور علمی دستوری گراں قدر سرمایہ ہے اس کی ترتیب توقیفی ہے اس کی ترتیب کو بدلنا حرام اور ناجائز ہے۔ چودہ سو سال گذرنے کے باوجود آج تک قرآن مجید کے الفاظ من وعن محفوظ رہنا اور مسلمانوں کے پاس بعینہ اصلی شکل میں ہونے میں بنیادی کردار اس کا ہے کہ مسلمانوں نے ہمیشہ قرآن کے الفاظ اور ترتیب پر گہری توجہ دیکر اس میں ادنی تغیر اور تبدیلی برداشت نہیں کی۔ تیسری جماعت کے بچوں کی ذہنی سطح واضح ہے اس میں بچے کا تمام تر سرمایہ اس کے رٹے ہوئے چند الفاظ ہوتے ہیں اگر اس وقت بچے کو یوں خلط ملط قرآن کے کچھ حصے کے نام پر یاد کرایا جائے تو اس کے نتائج کسی سے مخفی نہیں یہی بچے آگے جاکر قرآن کی اصلی ترتیب سے ناواقف ہوں گے اور اس محرف حصے کو قرآن سمجھیں گے ابو بکر السراج فرماتے ہیں۔

قال قلت لابی رزین أأکتب فی مصحفی سورۃ کذاوکذا قال انی اخاف ان ینشأ قوم لا یعرفونه فیظنونه من القرآن (الجامع الاحکام لامام قرطبی ج ۶۳/۱)

قرآن میں کسی ایک جملے کا اضافہ یا تبدیلی ایک بدترین جرم ہے اس سے قرآن کی اپنی حیثیت باقی نہیں رہتی بلکہ قرآن کے علاوہ دوسرے کلام کو قرآن سمجھنے کا دھوکہ ہوتا ہے اس لئے کسی قسم کی غلط قرآن میں جائز نہیں امام قرطبی ایک واقعہ نقل کرکے فرماتی ہیں۔ عن ابی حمزۃ قال رأی ابراہیم النخعی فی مصحفی فاتحه سورۃ کذا و کذا فقال لی امحه فان عبداللہ بن مسعود قال لا تخلطوا فی کتاب اللہ مالیس فیه (قرطبی ج ۶۳/۱)

ایسی سنگین اور فحش غلطیوں پر مسلمانوں کی حکومت کے ارباب اقتدار کی اخلاقی مذہبی اور قانونی ذمہ داری ہے کہ وہ ان کی وجوہات تلاش کرکے ان پس پردہ قوتوں تک رسائی حاصل کرے

جو اس مذموم حرکت کے بنیادی کردار کے حامل ہیں۔ اور آئے دن اسلام کے خلاف زیر زمین منصوبوں میں متحرک ہیں۔ ایک مسلمان معاشرے میں مسلمان بچوں کے لئے دینیات کے نصاب میں ایسی گھٹیا حرکت کو اتفاقی قرار دینا محض خوش فہمی اور دھوکہ ہے اس کے تدارک کے لئے ضروری ہے کہ

(۱) حکومت اس نصاب کی وہ تمام کتابیں ضبط کرے جس میں یہ کمزوریاں پائی جاتی ہیں

(۲) جو لوگ اپنی ذمہ داری کا احساس نہ کرکے ایسی غلطیوں کے ارتکاب کا ذریعہ بنے ہیں۔ انہیں قرار واقعی سزا دی جائے۔

(۳) پس پردہ قوتوں تک رسائی حاصل کرکے عوام کے سامنے وہ ظاہر کی جائیں اور انہیں سخت سے سخت سزا دی جائے تاکہ شیطان کے کارندوں کو کسی دوسرے منصوبے کی تکمیل کے مواقع نہ مل سکیں۔

(۴) ملک کے سکولوں کالجوں اور یونیورسٹیوں کے لئے دینی معاملات کے حوالے سے جو نصاب تشکیل دیا جاتا ہے اس میں حد درجہ احتیاط کا مظاہرہ کرکے ماہرین علماء کی سرپرستی میں تشکیل دیا جائے۔ کسی ایک کمیٹی کو حوالہ کرنے کی بجائے صوبائی اور مرکزی سطح پر اسلامی علوم رکھنے والوں کی کئی کمیٹیاں تشکیل دے کر نتیجہ خیز نصاب مرتب کیا جائے جس میں بچوں کے اعتقادیات، اخلاقیات، اور اعمال کی اصلاح منظور نظر رہے تاکہ یہی بچے آگے جاکر جب اس قوم کی قسمت کے فیصلے کریں تو کم از کم ایک بہتر مسلمان کی حیثیت سے اس قوم کی تقدیر بدل ڈالے اور اگر عصری علوم کے میدان میں خداداد صلاحیتوں کے کوئی جوہر دکھلائے تو کم از کم مذہبی تشخص دنیا کو نظر آئے تاکہ مسلمانوں کی عظمت رفتہ کی تاریخ اس نونہال قوم کے ذریعے زندہ ہو۔

واللہ اعلم بالصواب

غلام الرحمٰن عفی عنہ

تبصرہ کتب

از: عنایت الرحمٰن
درجہ سابعہ جامعہ عثمانیہ پشاور

نام کتاب: تبلیغ مستورات سے ازالہ شبہات

نام مؤلف: حضرت مولانا حافظ شوکت علی حقانی

ناشر: مؤتمر المصنفین دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ضلع نوشہرہ

اس میں کوئی شک نہیں کہ موجودہ دور میں دعوت و تبلیغ کا مروجہ طریقہ اصلاح نفس کا ایک بہترین ذریعہ ہے۔ جس کے ذریعہ مسلمانوں کو پوری شریعت پر عمل آسان ہو جاتا ہے۔ اور مسلمانوں کے دل میں اللہ تعالیٰ کے احکام اور حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے آگاہی کا ایک حسین جذبہ پیدا ہوتا ہے۔ جس پر عمل کر کے انسان اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لئے زندگی گزار کر ایک پر سکون معاشرہ کی تشکیل کا ذریعہ بنتا ہے۔ پھر اسلامی اخوت کا دعویدار ہو کر یہ اصلاح اپنی ذات تک محدود رکھنے کی بجائے پوری انسانیت کی ہدایت کی فکر لیکر ہمہ وقت اس کے لئے کوشاں رہتا ہے۔

مولانا سید سلیمان ندویؒ تبلیغ کی اہمیت کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں کہ حکیمانہ تبلیغ و دعوت، امر بالمعروف و نہی عن المنکر اسلام کے جسم کی ریڑھ کی ہڈی ہے۔ اس پر اسلام کی بنیاد، اسلام کی قوت، اسلام کی وسعت اور اسلام کی کامیابی منحصر ہے اور آج سب زمانوں سے بڑھ کر اس کی ضرورت ہے اور غیر مسلمانوں کو مسلمان بنانے سے زیادہ اہم کام مسلمانوں کو مسلمان، نام کے مسلمانوں کو کام کے مسلمان اور قومی مسلمانوں کو دینی مسلمان بنانا ہے۔

امت محمدیہ فرائض نبوت میں سے دعوت و خیر اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر میں نبیؐ کے جانشین ہے۔ اس لئے رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو کار نبوت کے جو تین فرض عطا ہوئے ہیں تلاوت احکام، تعلیم کتاب و حکمت اور تزکیہ نفوس یہ تینوں فرض امت مسلمہ پر بھی بطور کفایہ عائد ہیں۔ چنانچہ قرناً بعد قرن اکابر ائمہ امت نے ان تینوں فریضوں کی ادائیگی

میں پوری توجہ اور کوشش مبذول فرمائی۔ یہ فریضہ نبوت اور امت محمدیہ کی اصلاح کی فکر مندی صرف مردوں کا فریضہ نہیں بلکہ مردوں کی طرح عورتیں بھی اس میں پوری طرح شریک ہیں۔ چنانچہ حضرت رسول اللہؐ کے دربار رسالت میں مردوں کی طرح عورتیں بھی حاضر ہوتیں اس کے علاوہ نبی کریمؐ کے دور میں مردوں کی طرح عورتوں نے بھی جہاد میں حصہ لیا۔ جس طرح کہ غزوہ احد میں حضرت عائشہؓ نے جہاد میں حصہ لیا۔ اور حضرت ام عمارہؓ نے تو غزوہ احد میں دشمن کی سرقلمی کا بے نظیر اور براہ راست مظاہرہ کیا۔ تو جب عورت جہاد جیسے عظیم کام کے لئے اور حج جیسی اہم عبادت کے لئے گھر سے نکل سکتی ہے تو دعوت و تبلیغ میں عورت اپنے ایمان کی حفاظت کے لئے گھر سے کیوں نہیں نکل سکتی۔ عورتوں کی امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے بارے میں قرآن کے نص قطعی ہے۔

والمؤمنون والمؤمنات بعضھم اولیاء بعض یامرون باالمعروف و ینھون عن المنکر ، الایة

تو اس آیت میں مردوں اور عورتوں دونوں کی ذمہ داری امر بالمعروف و نہی عن المنکر ہے۔ لیکن تبلیغ النساء کے نکلنے کے لئے کچھ شرائط ہیں۔ اگر شرائط کی پوری پابندی کی جائے تو پھر عدم جواز کی کوئی صورت نہیں۔ اور اگر وہ شرائط مفقود ہو جائیں تو پھر عام سفر میں بھی جواز نہیں۔ کیونکہ عورتوں کا معاملہ انتہائی نازک ہے۔ اور جن حضرات نے عدم جواز کا فتویٰ دیا ہے۔ شاید انہوں نے شرائط کے فقدان یا اس پر مرتب ہونے والے برے نتائج پر دیا ہو حالانکہ یہ ایک لازمی امر ہے کہ اکابر تبلیغ عورتوں کی تبلیغ میں بڑے احتیاط سے کام لیتے ہیں اور علماء کرام کے مقررہ شرائط کی پوری پابندی کرتے ہیں۔

عورتوں کی تبلیغ کی وجہ سے اہل و عیال میں اور پورے خاندان میں خوشگوار ماحول اور نئی نسل کے بچوں میں دینی شوق و تڑپ پیدا ہوتی ہے۔ لہذا موجودہ دور کی عورت کی ایک ضرورت کے پیش نظر تبلیغ میں نکلنا اصول شرعیہ کے پوری پابندی کے ساتھ ایک مؤثر اقدام اور مستحسن عمل ہے۔

Scanned with CamScanner

موجودہ دور میں بعض حضرات نے عورتوں کی تبلیغ کے عدم جواز کا فتوی دیا تو لوگوں کے دلوں میں غلط فہمی اور شکوک پیدا ہو گئے تو ان شکوک وشبہات کے سدباب کے لئے ضرورت اس بات کی تھی کہ کوئی مستقل کتاب اس موضوع پر لکھی جائے۔ تو اس ضرورت کے پیش نظر دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کے مدرس حضرت مولانا حافظ شوکت علی حقانی نے (تبلیغ مستورات سے ازالہ شبہات) کے نام سے کتاب شائع کی۔ جس میں اپنی رائے گرامی اور مشائخ عظام کی آراء اور مفتیان دین کی فتاوی کو جمع کر کے عورتوں کی تبلیغ کے جواز کو ثابت کیا ہے جو کہ اس دور کی اہم ضرورت ہے۔

کتاب کی اہمیت اس لئے زیادہ ہے کہ صرف مؤلف کی رائے نہیں بلکہ دیگر مستند علماء کی تائیدی آراء سے مزین ہے۔ اللہ تعالی مؤلف کی اس کتاب کو شرف قبولیت سے نواز کر ہم سب کو آخرت کی نجات کا ذریعہ بنا دیں۔

بنوں برانڈ ٹریڈ مارک معیار میں اعلیٰ

توابل الادم

سولہ ١٦ اجزاء مجموعہ

بنوں

سالن مصالحہ

مرچ سُرخ، دھنیا، ہلدی، لہسن، میتھی، زیرہ، کالی مرچ دار چینی، جلوتری، الائچی کلاں، امچور، انار دانہ، تیز پتہ جائفل، لونگ، اور ٹماٹر پاوڈر

تیار کردہ:۔ حاجی مقبول الرحمٰن، شاقیاز خان

گل آباد کالونی دلہ زاک روڈ پشاور۔ پاکستان

REGD. NO.P-402 MONTHLY AL ASR PESHAWAR

جامعہ عثمانیہ پشاور

Jamia Usmania Peshawar

منافع بخش کاروبار میں شرکت کی دعوت!

یاایھاالذین امنوا ھل ادلکم علی تجارۃ تنجیکم من عذاب الیم (الصف/۱۰)

اے ایمان والو - میں بتلاؤں تم کو ایسی سوداگری جو بچائے تم کو ایک دردناک عذاب سے

کیا آپ چاہتے ہیں؟ ایک مسلمان ہونے کی حیثیت سے یقیناً چاہتے ہوں گے کہ آپ کی حلال آمدنی دنیاو آخرت میں آپ کی بھلائی کا ذریعہ بنے تو اللہ تعالی کی رضامندی کا پر خلوص جذبہ اپناتے ہوئے قرب وجوار میں غرباء، فقراء، یتیم بچوں کا سہارا بنیں اور دین کے کاموں خصوصاً مدارس عربیہ کی سرپرستی فرماتے ہوئے اپنا مال دین سیکھنے والوں پر خرچ کریں۔

اس سلسلہ میں ﴿جامعہ عثمانیہ پشاور﴾ کو نہ بھولیں جس کے تعلیمی سال نمبر 8 (۲۱-۱۴۲۰ھ) کا سالانہ تخمینی بجٹ ۳۲،۰۱،۱۸۵ بتیس لاکھ ایک ہزار ایک سو پچاسی روپے ہے۔ جس میں تین لاکھ روپے کتب تفسیر کی خریداری اور چودہ لاکھ روپے تعمیرات کے لئے ہیں۔ آپ کی زکواۃ و عطیات اور چرم قربانی کا بہترین مصرف ﴿جامعہ عثمانیہ پشاور﴾ ہمیشہ کے لئے توجہات کی فہرست میں رکھیں۔

آپ کا خیر اندیش
مفتی غلام الرحمٰن